

جلد 11 شماره 9 جولائی 2009ء رجب 1430ھ

اشاعت خاص! بیاد قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحب



ماہنامہ
فلاح آدمیت

بیاد خواجہ عبدالحکیم انصاری
بانی سلسلہ

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

Mob: 0300-6493335



شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ کے لئے

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ)

وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph: 055-3862835
055-3003304

مدیر : احمد رضا

نائب مدیر : پروفیسر محمد احمد شاد

تقسیم کنندہ : میاں علی رضا

ڈیزائننگ کمپوزنگ : محمد رفیق

رابطہ مدیر : 0321-6400942

فیکس نمبر : +92-55-3736841

ای میل : info@toheedia.net

مجلس ادارت

خالد مسعود، پروفیسر منیر احمد لودھی

ایئر کموڈور (ر) اعجاز الدین

پیر خان، عتیق احمد عباسی

ایم طالب، عبدالقیوم ہاشمی

پروفیسر غلام شبیر شاہد

قیمت شمارہ : 20/- روپے

سالانہ فنڈ : 200/- روپے

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز چھٹی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مصنف	مضمون
1	احمد رضا	دل کی بات
4	ڈاکٹر غلام ربانی	گلہائے عقیدت
6	قبلہ محمد صدیق ڈار	حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری
== == == == ==		(ایک تاریخ ساز شخصیت)
15	قبلہ محمد صدیق ڈار	حضرت رسالدار محمد حنیف خان
30	امین اختر لون	ارشادات خواجہ
32	قبلہ محمد صدیق ڈار	مجالس فقیر
44	خالد مسعود	خواجہ کا خصوصی خط
46	خالد مسعود	خواجہ کے خطوط

دل کی بات

اسلام - کم ورحمۃ اللہ علیہ کاٹ

سلسلہ توحید سے شملک سب بھائیوں کو بابا جان خواجہ عبدالکیم انصاری کا یم پیدائش (29 جولائی) مبارک ہو۔ اس ماہ کا شمار خصوصی طور پر بابا جی کی یاد (انکی تعلیمات کی روشنی میں) کیلئے شائع کیا جا رہا ہے ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ”جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں بن سکتا“ اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے موجودہ شیخ اور بابائی سلسلہ کی محبت کو اپنا شعار بنائیں اس راستے کے ذریعے ہم اللہ کی محبت و معرفت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر بھائی روزانہ ذکر کے بعد جب ہر رکوع کی اواہ کو ایصالِ ثواب کرتا ہے تو ایک طرف تو وہ ان کا شکر یہ ادا کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ مشتق ان بزرگان سے محبت میں اضافے کا سبب بھی بنتی ہے۔

خواجہ عبدالکیم انصاری صاحب ”کتے بڑے آدمی اور اللہ کے کتے محبوب رہے۔ اسکا حقیقی اندازہ تو روز قیامت ہی ہوگا۔ مگر جو لوگ انکی وہی ہوئی تعلیم پر عمل کر کے بارگاہِ امینہ کی میں مدارج حاصل کر چکے ہیں وہ یقیناً ہمیں ان کے مرتبے سے شناسا ہو چکے ہیں۔

بابا جان حقیقی معنوں میں ہمارے لئے مسیحا کا درجہ رکھتے ہیں انکی دینی ہوئی حیاتِ افر و تعلیم نے مردہ روحوں کو اللہ کی معیت سے زندگی بخشی۔ زندگی کا مقصد بھولنے والوں کو (جنہیں قرآن کا الانعام کہتا ہے) زمرہ مقصد حیات یا دلا یا۔ اسٹل السالکین سے نکال کر دوبارہ احسن تقویم کی صف میں لاکھڑا کیا۔ بابا جان نے فرمایا کہ کسی چور اپنے شراپی، زانی اور گمراہ شخص کو اللہ کا محبوب بندہ بنا دے سب سے بڑی نیکی ہے۔ مگر یہ کام خالی خالی تقریروں سے نہیں ہوتا بلکہ آپ نے خوف فرمایا کہ اسکے لئے ہر گواہی روح کا رس پانا پڑتا ہے تب کہیں جا کر عرصہ دراز کے بعد یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے اور (یہ حقیقت میں وہی کام ہے جو نبی کریم ﷺ نے عرب کے اس جالیں معاشرے میں کیا) یہی قبلہ انصاری صاحب کی مسیحا کی ہے۔ اور میں بذاتِ خود اس بات کا شہید ہوں آج بھی ہمارے سلسلے میں واقعہ ایسا ہوتا ہے

بابا جان قبلہ کی شخصیت کا ایک اور کرشماتی پہلو نئے ”سلسلے“ کا قیام ہے اور ایسا سلسلہ جو بالکل قرآن و سنت کی تعلیم کے عین مطابق ہو اور اس مشقی دور کے تمام تقاضوں کے باوجود اسکی تعلیم انجمنی کھل ہو اور نتائج سو فیصد ہوں تو یہ کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے بابا جان نے خود فرمایا کہ صرف تین ماہ سا لک صدق دل سے تعلیم پر عمل کر کے دیکھ لے سکتے نتائج سے خود آگاہ ہو جائیگا۔

آج بھی سلسلہ توحید یہ میں مقدار کی بجائے معیار کو مد نظر رکھا جاتا ہے اور بابا جان قبلہ کے فرمان کے مطابق (لوگ پیر Test کرتے ہیں میں مرید ٹیسٹ کرتا ہوں) مریدین کو چھ ماہ کی ٹریننگ سے گزار کر مرید کر نیکا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ انسانی شعور ہر آن ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ معاشرے کے چند افراد جنہیں ہم جینیئس (Genius) کہتے ہیں مکی سو سال آگے کی وحی اپروچ کے حامل ہوتے ہیں اور بابا جان قبلہ ڈار صاحب فرماتے ہیں کہ جوں جوں لوگوں کا شعور بلند ہوگا تو ان لوگ اس تعلیم کی اہمیت سے آگاہ ہوتے جائیں گے۔ بابا جان انصاری صاحب کو جب سلسلہ تفتیشیہ مجددیہ میں انکے شیخ مولانا کریم الدین احمد نے سنا جانے کا نسخہ یہ سنا دیا تو آپ نے اسکو کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور فرمایا کہ مجھے سونا جانے والی فقیر کی سے کوئی سروکار نہیں۔

اس لئے اس سلسلے کی تعلیم حقیقتاً نسخہ کیسیا سے زیادہ قیمتی اور اعلیٰ ہے۔

بابا جان انصاری صاحب کی بے نیازی اور سلسلہ کی تعلیم کی ایک بہت ہی دلپایا خصوصیت اسکا وراثتی نہ ہونا ہے۔ آپ کے فرمان کے مطابق شیخ سلسلہ آپ کے خاندان کی بجائے سلسلہ کے ممبران میں سے چنا جائے گا اور بعد میں بھی یہی اصول ایک قانون کی حیثیت سے اپنی وصیت میں درج کیا۔

سلسلہ توحید یہ کا سب سے امتیازی پہلو جو اسے موجودہ دور کے تمام روحانی سلسلوں سے ممتاز کرتا ہے روحیت باری تعالیٰ اور ذاتِ حق تک رسائی ہے اور الحمد للہ آج بھی ہمارے سلسلے میں اس مقام کے حامل بزرگ موجود ہیں۔

بابا جان تو اپنا مشن اور فرض ادا کر گئے بلکہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں ادا کر رہے ہیں۔ مگر ہمارے لئے سوال یہ ہے کہ کیا ہم سلسلہ کی تعلیم پر کما حقہ عمل کر رہے ہیں؟
 سلسلہ سے منسلک ہونے پر ہم نے جو بیعت کی تھی اس کی شرائط پر کہاں تک عمل کیا؟ تزکیہ اخلاق، ذکر، مجاہدات ہمارے معاملات، معاملات سے تنگ کسی دانت کی کس شمع پر ہیں۔
 اگر تو ہم یہ کام کر رہے ہیں تو ہم خوش نصیب ہیں اور دونوں جہانوں میں اللہ، رسول اللہ اور بابا جان کی طرف سے دوسرے مستحق ہیں اور اگر جواب نہیں میں ہے تو یہ ہمارے لئے بد نصیبی کی بات ہے کہ ہم قبلہ انصاری صاحب اور بابا جان ڈار صاحب کی محبت کا حق ادا نہیں کر رہے اور اتنی بڑی نعمت کی ناشکری اور ناقدری کر رہے ہیں۔ اگر ہم نے اپنا یہ مذہب نہ بدلا تو خدا نخواستہ ہم دونوں جہانوں میں کسی وبال میں نہ پھنس جائیں۔ اللہ ہمیں اس حالت سے محفوظ فرمائے اور قبلہ بابا جان کی پیارے مہری تعلیم پر دل و جان سے عمل کر نیک توفیق دے اور بابا جان کو اپنا مزید قرب اور پیار عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خیر اندیش

مدیر فلاح آدمیت کوئٹہ انوال

گہائے عقیدت

(دردِ حضرت خواجہ عیدالحکیم انصاری دامِ بدکا اہم بابی سلسلہٴ حیدریہ)

رشتاتِ قلم زاکرِ غلامِ ربانی صدیقی توحیدِ جدید پشاور

توحیدیوں کی روح رواں جان آرزو
پائی تیری نظر سے غلاموں نے آہو
ہمسوں کشاں کشاں لئے پھرتی تھی کو پہ کو
اک مازنین عرشِ معلیٰ کی جستجو
اب آگیا ہوں در پہ لئے دل میں آرزو
ہو جائے آج چاکِ گریباں مرا رُو
اے زندہ دارِ محفلِ وحدتِ سلام ہو
ممکن و بے نوا سے کبھی ہمکلام ہو
دورِ طویلِ شامِ غریباں تمام ہو
ساقی مجھے بھی اب تو عطا ایک جام ہو
صہبائے معرفت سے بھرا ہے حیرا سبو
محفل میں ایک فقیر کی رکھ لے تو آہو
وہ غالب و حکیم تو عیدالحکیم ہے
مازاں تیرے دروں پہ عقلِ سلیم ہے
تعلیم کیا ہے تھہ غلقِ عظیم ہے
عشقِ خدا ہے حبِ رسولِ کریم ہے
جب طالبانِ حق سے تو ہو محوِ گفتگو
ہوتا ہے ذکرِ عالم بالا میں سو پہ سو
تیرے غلامِ راجے ہیں دن رات باہو
جاری دل و زبان پہ ہے اللہ تو ہی تو
صورت جو دیکھنے تو فرشتوں سے شوہر
سیرتِ نیاز و خلق سے معمور نیک شو

یہ طالب و مرید جن کا ہے چہ تو
 تیرا پتہ دے سکیں اہل مقام ہو
 ہو جائیں جو بھی تیری غلام میں شاد کام
 ہو کر غلام ان کا ہے اونچا بڑا مقام
 دونوں جہاں میں ہو گئے خوش بہشت نیک نام
 برسا کچے ہے ان پہ سدا رحمت تمام
 گر گر کے آستان پہ جو ہوتے ہیں سرخرو
 ان کی نظر میں پیچ ہے دنیائے رنگ و بو
 خولہ میرا عشق بڑا دل نواز ہے
 وہو شکست دل کا وہی چارہ ساز ہے
 میں کیا کروں نہ م ہے، صدا ہے، نہ ساز ہے
 کوتاہ زندگی کی شب فہم راز ہے
 اللہ اب نظر ہو اے منظور وحدہ
 وہ پڑا فقیر ہے مشکل درگاہ
 جس منیدہ میں جام نہ خالی کبھی رہے
 پھر کیوں کسی کو شکوہ تشنہ لبی رہے
 دل کی تکی، تکی ہے تو یا رب تکی رہے
 یہ دل تکی نہیں ہے، تکی ہے، جلی رہے
 اس آگ میں بہار گلستان مشک بو
 جلتے ہیں اس میں طالب و مطلوب دو ہر دو
 اے قبلہ ام نگاہ کرم کا سوال ہے
 ساکت تیرا غلام ہے کیوں خستہ حال ہے
 اللہ اب نظر ہو اے منظور وحدہ
 ہو جائے چاک آج گریباں میرا رو
 تو حیدریں کی روح رباں جان آرزو
 پائی تیری نظر سے گداؤں نے آہو
 (یہ نظم ہائی سلسلہ کی حیات مبارکہ میں ان کی مجلس میں پڑھی گئی تھی)

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ (ایک تاریخ ساز شخصیت)

محمد صدیق دار تو حیدی

حضور سید الانبیاء احمدؑ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی انبیاء کی بعثت کا طویل سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ صدیوں سے تعمیر ہونے والے حریم نبوت میں جو جگہ خالی تھی وہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت سے پُر ہو گئی۔ آپ پوری انسانیت کیلئے اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر آئے۔ اب قیامت تک جو زمانہ ہے وہ آپ ہی کا دور نبوت ہے۔ اب کسی بھی قسم کے نئے نبی کے آنے کی ضرورت اور گنجائش باقی نہیں رہی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ناقابل معافی جرم ہے اسی طرح حضور رحمت اللعالمین ﷺ کی رسالت میں کسی کو شریک ٹھہرانا بھی ظلم عظیم ہے۔ اب دین حق کو عالم انسانیت تک پہنچانے کا مقدس فریضہ اور عظیم شرف امت مسلمہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اس لئے حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی تتبع رسالت سے فیض حاصل کرنے والے علماء کرام اور صوفیائے عظام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہر دور میں رشد و ہدایت کا نور چاروا نگ عالم میں پھیلاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

ایسی ہی عظیم ہستیوں میں بیسویں صدی کے عظیم صوفی، محقق کامل، عارف، مجدد اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی ذات باہد کات بھی شامل ہے۔ آپ 29 جولائی 1893ء کو حجاز والی کے شہر فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ عبد الرحیم تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ نعمۃ العاشہ سادات خاندان کی نہایت پارسا اور نیک اطوار خاتون تھیں۔ آپ کے دادا جان حضرت مولانا عبدالحزیزؒ نہ صرف ایک جید عالم تھے بلکہ ایک کامل صوفی، ولی اللہ اور مرد حق آگاہ تھے۔ آپ ایک تعلیم یافتہ اور وسیع النظر بزرگ تھے اور کافی عرصہ لکھنؤ میں سننیر سب حج کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے پردادا بھی عابد و زاہد بزرگ تھے۔ انہوں نے ملازمت کے سلسلے میں کافی وقت ایبٹ آباد میں گزارا اور پھر کربال سے ایکسٹرا اسٹنٹ کسٹمر کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر فرید آباد چلے گئے۔ آپ کے اجداد کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابویوب انصاریؒ

سے ملتا ہے۔ جن کو بدینہ منورہ میں حضور نبی کریم حبیب خدا ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ حضرت خواجہ عبدالکیم انصاریؒ کا بچپن اپنے دادا جان کی کوشش و شفقت میں گذرا جنہوں نے آپ کو پانچ برس کی عمر میں ہی نماز، مسنون دعائیں اور قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی کئی سورتیں زبانی یاد کرا دیں۔ آپ کی نظر کیا اثر اور تربیت کے فیض سے آپ کو تصوف کا جذبہ شوق اور فقراء سے محبت و موانست کا ذوق نصیب ہوا۔ آپ پیدائشی دانی اللہ تھے اور بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ لیکن آپ ہمیشہ کرامات سے زیادہ تعلیم کو اہمیت دینے کے قائل رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”ان کرامات میں میرا تو کوئی کمال نہ تھا۔ نہ تو میں کسی سے بہت تھا اور نہ ہی اللہ اللہ کرتا تھا۔ اگر مجھ سے فرق عادات اور بزرگی کی علامات کا اظہار ہوتا تھا تو یہ میرے خالق کی قدرت کا کمال ہے۔ اس نے جس نچ پر چاہا مجھے پیدا فرمادیا۔“

ابھی آپ نے زندگی کی دس بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ 1902ء میں آپ کے دادا جان کی شفقت کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ مگر ان کی تربیت نے آپ کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور توحید کا بڑا گہرا اثر چھوڑا، چنانچہ آپ لوگوں کی ہی سے مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ آپ نے بیسیوں بزرگوں اور فقیروں کی خدمت میں حاضری دی۔ عجیب و غریب رنگ کے درویشوں اور ملنگوں سے واسطہ پڑا۔ بڑی بڑی درگاہوں اور آستانوں کے سپاہیوں کے پاس بھی گئے لیکن کہیں بھی طبیعت نہ جھی۔ آپ ”چراغِ راہ“ میں تحریر فرماتے ہیں ”مجھے ایک ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحب علم، صاحب عرفان اور صاحب تحقیق ہو۔ کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف اور محقق کہاں نظر آتے ہیں۔“

آپ نے رہبر کامل کی تلاش میں تقریباً آٹھ برس صرف کئے تاکہ ان سے بہت ہو کر باقاعدہ سلوک طے کر سکیں۔ آخر کار تلاش و انتھار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور جن خوبیوں کے حامل بزرگ کی آپ کو جستجو تھی ان سے اللہ تعالیٰ نے اچانک اور اتفاقیاً ملاقات کرا دی۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ہاں آئیں گئے ہوئے تھے کہ آپ کے ایک قریبی دوست شیخ عبدالرحمن دہلوی نے بتایا کہ یہاں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بہت اچھے بزرگ حضرت مولانا کریم

الہدین احمد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ وہاں پہنچتے پہنچتے ہی دن حضرت مولانا کی خدمت میں چھ گھنٹے حاضر رہے۔ آپ کو ان کی شریعت کی پابندی، جدید علوم میں کمال و سنگاہ نگاہ زہنی، پیار و تواضع اور خصوصاً استغفار دل کو بھائے کہ انہیں کہہ ہو کر وہ گئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا بھی کہ دو چار ماہ ہماری صحبت میں رہو اور ٹھوک بچا کر رکھو! پھر بیعت ہونا مگر قبلہ حضرت نے عرض کیا کہ جو کچھ مجھے دیکھ تھا وہ سب دیکھ لیا ہے۔ حد چاہے پھر وقت اور موقع ملے نہ ملے اس سے میری فرمائشیں اور مجھے بیعت کر میں۔ اس طرح آپ پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی نشست میں بیعت ہو گئے۔ آپ کے مرشد حضرت مولانا کریم الدین احمد ”قصبہ دھوج“ کے رہنے والے تھے جو پہلی سے تقریباً 50 کلومیٹر جنوب میں واقع ہے۔ مولانا کی گدی پانچا تھاہ کے چھوڑے شیش بنے تھے۔ قصبے کے باہر ایک پچاھا تھا جس میں تین چار چیمبر پڑے ہوئے تھے۔ سب سے لانا کا کاشا نہ تھا۔ دو چار دیو خدمت کیا کرتے تھے اور روٹی وغیرہ پکا دیتے، دوسری خدمات انجام دیتے تھے۔ مولانا بہت ہی سادہ رنگی بسر کرتے تھے۔ صرف ایک جوڑا کھدرا رکھتے تھے جو کہ ہر جمعہ کے دن نماز سے پہلے خود چھوڑ دیے جاتے تھے۔ ہر چھ ماہ بعد ایک نیا جوڑا ملاتے اور پچھانکی غریب کو دے دیتے۔ تھے۔ مولانا مشہور بالکل نہ تھے بلکہ کب گناہ پر رگ اور ہر طاقت ٹال فقیر تھے۔ وہ قبر میں بلکہ پڑے مزار پر جان کو بھی اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ رگ کب ہا ہتر مزار تھے لیکن اللہ کے سوا مثل کس کی کو مانتے تھے۔ وہ علامہ اقبالؒ کے بہت بڑے مددگار و حالات حاضرہ پر دقیق نظر رکھنے والے ہر رگ تھے۔

حضرت مولانا نے آپ کو چوبیس گھنٹے ذکر پڑھانے اور سی ایک نماز کے بعد غنی اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ارتقا پڑھایا۔ تعجب نہ ہو کہ یہ سب سادہ انسان تھے۔ یہ شریعت پر مبنی تھے لیکن مرشد نے آپ کو روز نہ پانچ ہزار دم جہنمی ثبات کا ذکر بالجملہ کر کے کافی بتایا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے بڑی جانتائی اور جوش و خروش سے تین برس متواتر اپنے اور وجاری رکھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے تین بیٹے قلب، روح اور نور روشن ہوئے اور ان کے دہان کی سیر بھی پھر گئی اس پر حضرت مولانا نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا اور عمر پوری

اجازت بیعت کرے کی عطا فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر مشکل 23 برس کی ہوگی کی وجہ سے مرشد سے اجازت نامہ میں یہ تحریر فرمادیا۔ جب تک چالیس سال کی عمر نہ ہو جائے ان کو بیعت نہ کرے۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ آپ تم کو اہل تہجد پر بہت زور دے دو، رخصت نہ رہو وہ ممکن ہو ملو وقت قرآن اور فکر یعنی مرا فیے میں وقت گزارا کرو۔ اس صحبت کے بعد مرشد سے آپ کی بہت دفعہ ملاقات ہوئی یہاں تک کہ 1920ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا کے انتقال کے بعد آپ سے مراد آپاؤ کے سہمے والے سلسلہ چشتیہ کے ایک مشہور رہبر رگ حضرت محمد قاسم سے بیعت کی اور چشتیہ سلاک بھی طے کر لیا۔ اس برکت کے بعد وہ آپ کی روحانی ترقی میں سب سے زیادہ حصہ لیا اور ایسی بزرگ حضرت رسالہ اور محمد عقیقہ خاں کا ہے جس کے بغیر صحبت اور تعلیم و توجہ سے آپ منوں مرا پر پہنچے۔ قبلہ حضرت سے اپنے روحانی سفر کے بارے میں اپنی تصنیف عقیقہ حقیقت وحدت الوجود میں تحریر فرمایا ”میں 1911ء میں جب کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی خاندان تشدد کا سواک پورا رہا۔ اس سواک سے طبیعت میں انکسار ہوا، صحت اور کشف، کرامات تو حاصل ہو گئیں لیکن جس مقصد سے بیعت ہوا تھا وہ حاصل نہ ہوا یعنی رویت باری تعالیٰ حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد خاندان چشتیہ میں بیعت کی اور پانچ چھ سال میں یہ سلاک بھی طے کر لیا۔ اس سواک سے طبیعت میں لطافت، اخلاقی میں سیرجی، حسن اور جمالیات کا اور اک اور عشق، محبت کا سوز، گداز، تہمیر، گہا لیکن رحمت باری تعالیٰ یہاں بھی حقائق رہی۔ اس کے بعد کسی اور سلسلے میں بیعت تو نہ ہوا مگر تادریہ اور دوسرے کئی سلسلوں کے سواک کا مطالعہ بالاجتماع کیا۔ لیکن رویت کے حصول کا ہاں بھی کوئی ذرہ نہ تھا۔ اب میں خواہش ہو رہی تھی کہ اگر کسی لطیفہ میں کا منظم رہا۔ ”خاک را اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور آپ بر رگ سے ملاقات کر اونیہ حضرت اویسی تھے۔ یہ خواہش سے بیعت تھے نہ بیعت فرماتے تھے۔ اس لئے بیعت تو نہ ہو سکی لیکن ذکر اور فکر اپنے آپ پرانے سلسلے تشدد کا کرنا تھا۔ اس مرتبہ سواک عجیب طرح سے طے ہوا یعنی ماسوا سے ذاب بیعت تک سارے راستے روحانی پیش کے ماحول کو دیکھنا اور سمجھنا ہوا مگر۔

یہی پہچانے، زرخ کے طبقے دیکھے پھر علی الترتیب اعراف، مکتوبات، جہروت، اہوت اور ہاہوت کی صفات سے نیر کرنا ہوا۔ احوال کے تجلے طبقے میں داخل ہو۔ یہاں مجھ پر وحدت، لوجود کی کیفیت طاری ہوئی یہ وہی کیفیت ہے جس کو جناب امام عربیؒ نے حقیقت فرمود ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے یہاں رہا دو تیس نہ کیا، ورنہ میں بھی وجودی ہو کر رہ جاتا۔ جب میں ہوئی اور یہاں پہنچا تو وہاں یہ کیفیت نظر آئی جس کو حضرت مجدد صاحبؒ نے ظہیرت کہا ہے۔ یہاں سے بھی جلد ہی اسی نبوت مل گئی۔ اس کے بعد میں کچھ عرصہ مدرسہ میں رہا جس پر اندازہ لگے بڑھتا رہا۔ حق کہ بعد کم کچھ مدرسہ کے عالم ہر میں داخل ہو گیا اور آخر کار چھپیس سال میں برس کی موت اور کوشش کے بعد 1953ء میں اپنے مقصد حیات سے دستبردار ہو۔ الحمد للہ جو چاہتا تھا مل گیا۔

دہلی مدرسہ عالیہ حیدریہ شخصیت پر قیام پرستی اور رہبانیت کے تحت مخالف تھے۔ آپ نے ساری عمر کبھی فقیرانہ وضع قطع کا یاں پرنا نہ ہی کوشش نہیں اٹھائی۔ آپ نے مثال اور لہر پور رسائی بسر کی۔ گورنمنٹ کالج آپ نے کاروبار بھی کیا اور ملازمت بھی۔ 1920ء میں آپ نے عذریہ میں مدرسہ کی حیثیت سے شعلہ میں ملازمت شروع کی۔ آرمی ہیڈ کوارٹر دہلی میں بھی کافی وقت گزارا۔ ملازمت کے دوران ہی جب آپ عارضی طور پر جگم گئے ہوئے تھے تو وہاں اکتوبر 1928ء میں آپ کی ملاقات ایک اور بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف صاحبؒ سے ہوئی جن کے بارے میں حضرت مولانا پشاورت نے لکھے تھے کہ میرے مرید کے بعد تمہیں ایک دوست ملے گا جس کے پاس تمہارا حصہ ہے اس کی تعلیم اور صحبت سے تمہارا غرور و صلاحتیں پیدا ہو جائیں گی جو جتنے کی اللہ کا ویدار حاصل کرنے سے ملنے لڑی ہوئی ہے۔

قبلہ حضرت کے دادا مرحوم نے خواب میں ان کا نام بھی بتا دیا تھا۔ آپ نے رسالدار صاحبؒ سے بھرپور فیض حاصل کیا یہاں تک کہ وہ 1947ء میں اپنے بانی قصبہ ہمدرد رزہ روست پٹیالہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت خواجہ عبدالغفور انصاریؒ 14 ستمبر 1947ء کو دہلی سے ہجرت کر کے مازوہ بن

۱۔ بورٹش ایف۔ نے۔ اللہ جل جلالہ سے اس شریک و خصوصیت کا اظہار کیا جو انتظام فرمایا اور شریعت
جائزہ صحر کے ”میں اس“ میں یوں پیش پیش ہو کر کے عمدہ سے محفوظ نظر پایا اس کا ایمان افروز واقعہ
”پہلی تعصیب“ چار ماہ ”میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۔ بورٹش ایف میں چند ہفتے گزارنے کے بعد
”آپ اپنے اقرباء کے پاس پرچہ منتقل ہو گئے وہاں ”آپ پاک لکھنؤ کے ڈارگ روڈ (شمار ۱۰)
نقص (پیش میں ۱۔ سرسری کی حیثیت سے ملازم ہو گئے اور ”آپ پاک لکھنؤ کے ڈارگ روڈ رہائش کیلئے کوارٹر
بھی مل گئے۔ وہاں ہی ”آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر روحانی فیض کے درجہ مخلوق خدا
کی اصلاح و خدمت کے کام کا آغاز فرمایا اور اپنے ملنے جلنے والے احباب کے دلوں میں اللہ تعالیٰ
کی محبت کے چراغ روشن کرنے میں سعی فرمائی۔

1951ء میں پاک لکھنؤ کے چند جوانان و بھائیوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ”آپ کے
ہاتھ پر بیعت ہو کر سندۂ توحید کے کاروان محبت و صداقت کا راہ و سمت بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی
تائید و توفیق سے چار ماہ ”آپ کے چلا گئے اور ۱۰۰ لے برسوں میں پاک لکھنؤ کی تمام
چھ ڈیوٹوں میں اللہ کے ذکر کے حلقے قائم ہو گئے۔ پھر ”ہستہ ہستہ ازورس“ انوں کے توسط سے
یہ روشنی ان کے ”ہاں“ میں جھلک اُڑی اور یہ بات تک بھی پہنچ گئی۔ قبلہ حضرت کا تاملہ ڈارگ روڈ سے
میر کیٹ لا سرسری میں ہو گیا۔ لیکن 1955ء میں ”آپ نے مدرستہ سے استعفیٰ دے دی اور
مستقل طور پر تین تہا بوں ملے گئے۔ ”آپ کا باقی خاندان کراچی ہی میں رہا۔ ”آپ کے چھوٹے
بھائی عید العظیم صاحب فاضل آغا میں رہائش پذیر تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ قبلہ
حضرت کا ایک ہی بیٹا عبداللہ الہی تھا جو جوانی ہی میں فوت ہو گیا۔ ”آپ کی بڑی بیٹی شمسہ راجی
مجمعی رابعہ لاہور اور سب سے چھوٹی ہما یوں اسلام آباد میں رہتی تھیں۔ ان میں سے صرف اب
ہما یوں باقی ہی حیات ہیں۔ قبلہ حضرت کے کراچی والے داماد خواجہ اختر الحسن نے ”آپ کی بیعت
بھی کی تھی اور شروع شروع میں کراچی کا ہوا مرکزی حلقہ ذکر ان کی رہائش گاہ ”شمس النہار“
واقعہ گارڈن ایسٹ پر ہی ہوا کرتا تھا۔ چھوٹی بیٹی کے میاں شیخ امتیاز علی قریشی صاحب کافی عرصہ

تک ہفتہ وار محاسن ذکر اور بالائے اجتماعات میں شریک ہوتے رہے لکن سلسلہ میں شمولیت نہیں فرماں قبلہ حضرت نے اپنے بھتیجے ابو نعیم انصاری کو گودے کر بیٹا بنالیا تھا۔ وہ ان فوکل میں نیشنل سیر بھرتی ہوئے اور جنگ کی نظر کے عہدے پر رہا۔ ہوئے۔ وہ کل پناہ ایف سیر کا نوں شہید مت روز شروع فیس کراچی میں مقیم ہیں۔

نبوت میں آپ کا تہذیبیہ کہ جائیداد کے عرصہ مخلصہ مضبوط میں مکان نمبر C-746 اڑتے ہوئے۔ آپ کی خدمت کیلئے عبدالستار خان صاحب اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہی مکان میں منتقل ہو گئے۔ نبوت میں آپ نے قہر یاقصوف اور مرہجہ پیری پھیری کو تمام محلی اسٹوں سے پاک کر کے قریب دست کے مطابق بنانے کا عظیم کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی بصیرت اور اسکی توفیق سے آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق قصوف کی تعمیر کو مدور فرمایا اور اسے موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق کامل عمل بنا کر سلسلہ عالیہ توحید کی ضیاء الی۔ وہاں ہی 1957ء میں آپ نے مشہور کتاب ”تعمیر ملت“ تصنیف فرمائی جس سے ہزاروں مشائخات حق نے ہدایت پائی اور آپ بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ کے علاوہ قصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آپ نے مریدوں کی ہدایت کیلئے سلسلہ کے اذکار اشغال اور ”داب وقواعد“ طریقت توحید کے نام سے قلمبند فرمایا۔ جہاں یہ کتاب سلسلہ میں مثال بھی ہوئے ہیں مکمل ہدایت نامہ ہے وہاں سے سلسلہ کے آئین کی مشیت بھی حاصل ہے۔ نبوت میں عبدالستار خان آپ سے بیعت ہوئے وہ اس وقت نبوت وڈن میں سپر ہائز کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہیں آپ نے 1968ء میں اپنا تعلیم نامہ مر کے راشی لکھی کشی کا قلع قمع کر دیا کیونکہ جان صاحب سے قبلہ حضرت نے کسی بھی قسم کی رشتہ داری نہ تھی۔ اس سے قبل ہی آپ توحید آئین میں اصول ورت فرما چکے تھے۔ کہ سلسلہ توحید میں خلافت چا کشی کا منصب ہمیشہ سے غیر ورثی ہو گا اور کوئی شخص بے کسی بھی رشتہ دار کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرے گا فوراً اس کا اہل کی یوں نہ ہوتا نہ ملکہ یک راشی لکھی نہ ملے پڑے۔

1964ء میں بھائیوں کے مشترکہ اصراراً رمپاں محمد علی صاحب کی پیار لکری دھوکہ پر آپ بھوس سے ترک ملکونت کر کے لاہور تشریف لائے اور بھوس والا مکان فروخت کر کے رقم بینک میں جمع کرادی اور اپنے وصیت نامہ میں اپنی وفات کے بعد بیٹوں میں تقسیم کرنے کے بارے میں ہدایت بھی دے فرمادیں۔ لاہور ٹرانسٹینٹ روڈ کے فور ایلینڈ اپ چننا، افضل بلڈنگ واقع کوپہ روڈ، ریگم چھاؤنی کی ایک کوٹھی میں مقیم رہے۔ پھر رمپاں محمد علی صاحب 76-B-1 امر دہلی گنبد دان کوٹھی گلبرگ سکیم قمری میں منتقل ہوئے تو آپ بھی ساتھ چلے گئے اور وہاں 1973ء تک تقریباً نو برس قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ رمپاں محمد علی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے کہ اس نے قبہ حضرت ادرستے کیلئے ۱۰ لے مہنتوں کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ عبدالستار خاں کو اپنی فرم ”مڈرس کمرٹس“ میں ملازمت بھی کی اور اپنی لکھی میں رہائش بھی مہیا کی۔ لاہور میں مولے والے تمام سائنہ اجتماعات کا پورہا رہی خود برداشت کیا۔ قبہ حضرت ادرستے کے کٹری چار برس ”سنہ ۱۴۱۵ء“ حیدرہ 92 G، ڈال ماوت، سور میں رقیق افروز رہے۔ لاہور میں رہا مسعود کے بعد آپ کے عقیدت مندوں اور الساب بھائیوں نے ان کی حجاز میں اضافہ ہونا چاہا اور کئی جگہوں پر ہفتہ وار ذکر کئے تو حیدرہ حلقے میں گئے۔ لاہور میں آپ نے ”حقیقت وحدت الوجود“ تصنیف فرماں جو اس موضوع پر مختصر جامع، عام فہم اور فیصد کن و ستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ کے مقبر کی تحف میں ہر طبقہ کے عوام و رائل علم و فضل حضرت تشریف دے تے لیکن آپ ہر ایک سے بے شہت کا سواک فرماتے اور ان کے کبھی، لوں پر ہم رشتے اور ہر ایک کو اس کے ظرف کے مطابق بوازتے۔ آپ کی ذات مجسم اخلاقی و سر اپ محبت تھی۔ آپ کی محبت کی گہرائی اور گہرائی کا یہ عام تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص اپنی محسوس کرنا تھا کہ آپ میرے ساتھ خصوصی پیار رتے ہیں۔ ایسا یوں نہ ہوتا کہ سند تو حیدرہ کا شعر رہی ”محبت“ ہے۔ آپ بڑھاپے اور حدت کے باوجود سالکین کی ہدایت کے کام سے کبھی نہ تھکتے۔ صبح سے لے کر رات تک دعا و نصیحت اور تہذیبی و دینی حالت میں بھی کوئی اللہ کا طالب نہ جاتا تو اپنی بیماری نہ بھوس ہی جاتے اور

گھنوں اس سے جو گھٹکھور رہتے۔ "حری دم تک" آپ اللہ کی مخلوق کے دلوں میں اللہ کی محبت کی جوت چکائے اور اصرار مستقیم و طرف کی رہنما کرتے ہے۔

"آپ نے 1951ء میں امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر یہ تحریک تیار کی اور آپ سرور عالمی کی حالت میں شروع کی۔ تقریباً ربع صدی کی گانا رحمت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے نتیجے میں آپ تعلیم یافتہ، دانش مند اور اہل دین صوفیوں کی ایک منظم جماعت بنائے۔ میں کامیاب ہو گئے جو ان کے بعد ان کی پیدائش کی راجائی صلاحیت تحریک کو ان کے مرتبہ آئین کے مطابق آگے بڑھانے میں مصروف عمل ہے۔ کوئی برکت خواہ کتنا ہی بڑا اور اللہ کا مقرب کیوں نہ ہو آخر کار حق سے اللہ کے ہاں وہیں کوئی حق ہوتا ہے۔" آپ بھی محقق عدالت کے بعد 23 جنوری 1977ء کو عمر 83 سال اپنے خالق ۰ مانگ لے محبوب حقیقی سے جا ملے ہوئے۔ ہر آدمی کو کوہلوں اور انگبار گھنوں سے انکس رکھتے کیا کہ "ہاں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت برکتی ہوئی پتہ اٹھلا ہوئی میں پر خاک کئے گئے۔"

خدا رحمت کندہ ایں عاشقان پاک طینت ما
لبقاء للہ الحی القیوم انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت رسول اللہ محمد حنیف خاں

محمد صدیق قادری حیدری

”میں 1911ء میں جب کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوا۔ اور سات آٹھ سال کی عمر میں اتر چہ و جہد کے بعد نقشبندیہ سلوک پورا کر لیا۔ اس سلوک سے طبیعت میں، گھسار، تواضع اور کشف و رامت حاصل ہو گئیں لیکن جس مقصد کیلئے بیعت ہوا تھا وہ حاصل نہ ہوا یعنی ریت پاری تھائی حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد خاندان چشتیہ میں بیعت کی اور پانچ چھ سال میں سلوک بھی طے کر لیا۔ اس سلوک سے طبیعت میں لطافت و اخلاق میں شیرینی، حسن اور جمالیات کا ادراک اور عشق و محبت کا سوز و گداز تو عیسائیوں کیسے رہا ہی تھا لیکن یہاں بھی عقائد ہی رہی اس کے بعد اور کسی سلسلہ میں بیعت تو نہ ہو سکتا دیکھو۔ دوسرے بڑے سلسلوں کے سلوک کا مطالعہ کیا شیخ ابوالحسن روایت کے حصول کا ہاں بھی کوئی ذکر نہ تھا۔ اب میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور کسی لطیفہ شبی کا غور کیا۔ شعر کا اللہ تعالیٰ سے رحم فرما یا اور ایک رنگ سے ملاقات کرادی۔ یہ حضرت ابوبکرؓ تھے نہ خود کسی سے بیعت تھے نہ بیعت فرما تھے۔ اس نے بیعت تو نہ ہو سکا لیکن میں بھی اس سال اس سے میل کثیر ملتا رہا۔ اب میں فیض تو اس سے بہا تھا لیکن ذکر و فکر وغیرہ اپنے ہی پرانے سلسلے نقشبندیہ کا رہتا تھا۔ اس مرتبہ سلوک عجیب طرح سے طے ہوا۔ یعنی مامون سے واپس آتے تک مارے راستے گرد و پیش کے ماحول کو دیکھتا اور سمجھتا ہوا گزر۔ یہی پہلے دو زرخ کے حقیقت دیکھے۔ پھر علی المرتضیٰ عرف، ملکوت، جبروت، ربوت و ربانیت کی سیر کرنا ہوا صوفیہ کے چھ طبقے میں داخل ہو۔ یہاں مجھ پر وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوئی۔ یہ وہی کیفیت ہے جس کو جناب ابی عربؒ نے حقیقت فرمایا ہے۔ احمدیہ کہہ تیل لے یہاں نہ وہ قیام۔ یہ ورثہ تیل بھی وجودی ہو کر رہ جاتا۔ جب تیل جھوٹا اور پوٹاں تلخ پر پہنچتا تو وہاں وہ کیفیت نظر آتی جس کو چہرہ صاحب سے طیت کہا ہے۔ یہاں سے بھی جلدی ہی نجات مل گئی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ عہد میں رہا لیکن پھر آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ عہد پارکر کے عام امر میں داخل ہو گیا۔ اور آخر کار 26 27 برس کی متوازن کوشش کے بعد 1953ء

میں اپنے مقصد حیات سے ہمکنار ہوا۔ احمد فہم جو چاہتا تھا مل گیا۔“

مذکورہ بالا تحریر حضرت خواجہ عبدالکیم انصاریؒ کی ہے اور اس کی کتاب ’حقیقت وحدت الوجود‘ سے نقل لی گئی ہے۔ اس میں جس آدمی پر رگ سے ملاقات کا ذکر ہے وہ حضرت مالد رحمہ اللہ صاحب تھے ان سے آپ کی جس طرح ملاقات مولیٰ علی کا دوست کی محفل میں منعقد ہو رہا تھا۔ اپنی یادداشت کے سہارے میں اس کی کہانی انہی کی زبان میں سن کر دہرا کر آئے گا آپ نے فرمایا۔

”جب میں اپنے مرشد حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیعت ہوئے گا تو انہوں نے بیعت فرمایا کہ تم کس غرض سے بیعت ہونا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے تین مقاصد ہیں، اول وہابی طاقت، دوسرے تنکیہ اعدا، اور تیسرا یہ کہ میری تعالیٰ اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ پہلی دو چیزیں تو تم کو میرے مذہب سے مل جائیں گی تیسری چیز یعنی دیدارِ ربی تعالیٰ میرے بس کی بات نہیں۔ اس کے بعد میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ معرفتِ ربی تعالیٰ کسی نہ کسی قدر حاصل ہو جائے گی۔ میں نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ یہ دولت میری قسمت میں ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کس عمر میں حاصل ہوگی۔ اس پر مولانا نے تھوڑی بہر سکوت فرماتے ہوئے کہا کہ ہاں تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہے۔ جب تک تم زندگی میں خدا کو مدد نہ کرے گے اور نہ ملے گے! اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دولت تمہیں زندگی کے ماشوہ میں حاصل ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ اس وقت حیات ہوں گے تو آپ سے جواب دیا کہ میری تو قبر کا نشان بھی اس وقت نہیں ہوگا۔ بلکہ تمہیں جو کچھ مجھ سے ملے گا میرے عمر کے بعد سب کچھ تم کو ملے گا اور تم چودہ چودہ سال تک زندگی بھر و گے۔ پھر تمہیں تمہارا ایک دوست ملے گا تو تمہارا کام اس کا ہے گا اس کے پاس تمہارا حصہ سے سونے کا ٹھکانہ ہے جس سے تمہارے اندر دھندلے عینیں پیدا ہو جائیں گے جو جیتے ہی اللہ کا دیدار حاصل کر کے کیسے رزق ہوتی ہیں۔ چنانچہ جیسا آپ نے فرمایا تھا، یہاں تک ہو۔ بیعت ہوئے کے بعد میں نے شریعتِ محمدیہ اور اللہ کے فضل و کرم سے میرے تین بیٹے قلب، روح و مردانہ بن گئے اور ان کے

دواہ کی سیر بھی میسر آ گئی۔ اس پر مولانا نے مجھے ہارکبا دونوں اور بیعت کرنے کی اجازت بھی فرمائی۔ مولانا کا 1920ء میں انتقال ہو گیا تو اس کے بعد میں سست پڑ گیا اور ”جسبہ“ ”جسبہ“ اور ”دواہ“ دھاکف چھوٹ گئے۔ اس شعر و شاعری ہوتی اور دوستوں کے ساتھ گپ شپ اور ٹائٹل پاشطرح کی باری چلتی۔ یہ اللہ کا رحم۔ ہا۔ کی گناہ میں ملوث نہیں ہوئے۔ اس دور میں جب بھی روحانیت والی زندگی ہو۔ قتی تو اپنی حالت پر ہوا دھونٹا۔ تنہا یوں میں کئی مرتبہ روڈ بھی ٹیکن کیا تھا۔ اس دور میں انڈیا کی جزیرہ کو اریز ر دہلی میں مترجم کی حیثیت سے ملازم تھا۔ مجھے سرکاری کام کے سلسلے میں کچھ عرصہ کیلئے بنگالہ جانا پڑا۔ ہا۔ کی گاڑی ٹینک سکول تھا اور ہا۔ میں تر جیسے کا کچھ کام کرنا تھا۔ ایک دن ہا۔ کے بعد میں سیر کرتے کرتے پہاڑوں کی جانب نکل گیا اور شام ہو گئی۔ اڑتے ہوئے ہا۔ میں اور ملکی ملکی دھند میں نظر نہ آئی شہر کی روشنیوں نے ایک عجیب کی کیفیت پیدا کر دی اور اللہ تعالیٰ نے دل میں لکھائی۔ میں ہا۔ بیٹھ رہا تھا وہیر رہا۔ جب رات طبعیت سنبھل تو گھر لوٹا اور کھانا کھا کر سو گیا۔ رات کو خوب میں میرے دادا جاب حضرت عبد العزیز الشریف نے آئے اور فرمانے لگے کہ روئے کیوں ہو؟ حوصلہ رکھو اور صبر کرو۔ تمہیں ایک دوست ملے گا تو سب کچھ عیب ہو جانے گا۔ میں نے عرض کیا وہ رس نہیں تو کیا کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک دوست ملیں وہ بھی عجیب لگی ہے۔ مولانا کریم الدین احمد نے بھی فرمایا تھا کہ تمہارے ایک دوست کے پاس تمہارا حصہ ہے۔ لیکن وہ کب ملے گا؟ اس کا کوئی اتاجا اور نام تو معلوم ہو۔ دادا کی نے فرمایا اس کا نام سے محمد حنیف خان اس پر میری آنکھ کھل گئی اور ہا۔ کی پڑی ہوئی ڈا۔ کی پر یہ نام نوٹ کر لیا اور پھر سو گیا۔ صبح اٹھا تو اس نام کے آدمی کی تلاش شروع کر دی۔ ایک تھا نیر احمد حنیف خان سے رات کی مکان پر ایک فضا میں سے پرانہ گانٹھا لیکن سب بھٹکوا لگے۔ کام کا کوئی آدمی نہیں ملا۔ ہا۔ چھوٹی میں غلط ہو۔ یہ حجاب کے رہنے والے ایک صاحب کی سیر ہا۔ کے سامنے دکان تھی اور اس پر فوجیوں کا ناما تھا۔ ساتھ ساتھ سیر کے وقت میں بھی ہا۔ چلا جاتا اور دیکھتا اور ہا۔ سے گپ شپ لگانے کے بعد آ جاتا۔ مجھے شروع میں سے پہچانی اچھے لگتے ہیں۔ وہی والوں کے تعلق سے تھے۔ میں ان کی سادگی مجھے یاد دلا رہا ہے۔ ایک دن حسب معمول میں ہا۔ بیٹھا

تھہرے لے کے تھوڑے دنوں کے اندر ان کی کیشن "فیر (VCO) وہاں آگئے تو دکاندار نے ان کیلئے کرسیاں لگوا دیں اور چائے کا گارڈ لے لیا۔ وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ قریب کی مسجد سے مندر عصر کیلئے اذان کی صد بلند ہوئی۔ اس میں سے ایک صاحب ٹھے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں نہ پڑھ کر آتا ہوں میرے چائے ضرور بکھن۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال گذرا اور میں نے باقی لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ غالباً ہم بھی مسلمان ہیں لیکن ماؤ کیلئے اذان ہونی سے تو صرف ایک دہائی کی کوتاہی ہوئی کہ، ریتلے اٹھا۔ حالانکہ میں خود بھی نہیں گیا تھا۔ اس پر ان کے ایک ساتھی جنہیں "میرے شاہجی" کہہ کر مخاطب ہو رہے تھے بولے کہ اس کی کیا بات ہے یہ تو کھڑا ہی ہے۔ میں نے پوچھا کیوں جناب اس میں کیا حائل بات ہے۔ اس پر شاہجی نے فرمایا کہ ہم یہاں ٹینگٹلے آئے ہوئے ہیں شروع میں رہائش کی تنگی کی وجہ سے میں اور یہ صاحب ایک ہی کمرے میں رہتے تھے ذرا اس کے معمولات ملاحظہ ہوں۔ یہ صبح سب سے پہلے تیار ہو کر مسجد جاتا ہے پھر ہم ٹینگٹلے چلی بیٹھ میں چلے جاتے ہیں۔ جب وہیں آتے ہیں تو یہ صاحب دوپہر کا کھانا کھا کر اور ظہر کی نماز پڑھ کر جاتا ہے۔ پھر یہ اس وقت ٹھہرتا ہے جب عصر کا قہوڑا وقت باقی رہ جاتا ہے۔ یہ عصر پڑھتا ہے اور وہیں بیٹھے بیٹھے چائے پیتا ہے پھر مغرب کی نماز کا اکر کے بیٹھ چلا جاتا ہے وہاں کھانے کے بعد وہ منہ پر کپڑے لپیٹ کر شپ اور باہر بولیں لگا رہتا ہے اور دیر سے واپس لوٹتا ہے۔ "عرشہ نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور ساری رات مصیے پڑھ کر اور دیر سے اور بالکل نہیں سوتا۔ تو یہ ہیں جناب اس صاحب کے معمولات۔ بتائیے یہ کچھ "میں بولی ہائیں ہیں۔ اس ایک بات سے اس کے پاس کئی لوگ حیران و غیور کرائے کیلئے آتے رہتے ہیں اور یہ ہم سے دیکھا ہے نہ جو کچھ یہ کہتا ہے وہ پورا موحانا ہے۔ اس پر میں نے کہا پھر تو یہ شخص دلی اللہ سے جواہر تقاضی کی اتنی عبادت کرتا ہے۔ ساری ساری رات سوتا ہی نہیں اور جو اس کی زبان سے نکلتا ہے اللہ اسے پورا کر دیتا ہے۔ اس پر شاہجی نے فرمایا۔ "میں نہیں پتہ کہ وہی کیا ہوتا ہے ہر صاحب سے ایسا ہی۔ اس پر میں نے استفسار کیا۔ اس صاحب کا نام کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا نام ہے محمد حنیف خاں۔ یہ نام سنتے ہی مجھے

ایک لگا جیسے میں 440 واٹس کی بجلی کی تار کو پھولیا۔ سر سے لے کر پاؤں تک زن سے رز کی ایک لبرہ رنگی اور دل نے کہا کہ یہی وہ ہستی ہے جسے تو برہمنوں سے تلاش کر رہا ہے۔ مجھ سے پھر بھلا کیسے رہا جاتا میں اٹھا اور مسجد کی طرف چل دیا۔ میں بے دروازے سے اندر کی طرف جھانکنا اور نہ پرچھ چکے تھے اور ساروں کی وردی کی برہمنوں پر پٹیلیاں لپیٹ ہے تھے اس لئے میں ہر ہی پٹیلیوں کے پاس گھڑا سو گیا۔ وہ برہمن کھنکھاتا کہ ہر گئے اور جو بھی پٹیلیوں سے اترے میں سے سو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے میں نے سوچا کہ جب مجھے کئی سال پہلے بتا دیا گیا کہ تمہارا دوست کے پاس تمہارا حصہ ہے تو انہیں بھی یقیناً اس کی خبر ہوگی۔ اس لئے بلا کسی تمہید کے میں لہا نہ چناب دت یہ ہے کہ یہ تو آپ مجھے اپنا میرا کرئیں یا میرے مرید ہو جائیں۔

۱۰ دین ۱۰۰ قدم ۱۰ رجسٹر گھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں متو کسی کام پر نہ جاؤں میرا کرتا ہوں میں جانتا ہی نہیں نہ پیرن میری کیا ہوتی ہے میں نے کہا کہ اگر انہیں جاننے تو میرے مرید ہو جائیں میں نقشہ بند یہ خاندان سے سند یافتہ ہوں اور میں آپ کو سکھاؤں گا کہ پیرن میری یہ ہوتی ہے۔ انہوں نے بڑے غور سے مجھے دیکھا اور کہا کہ آپ کے پاس رکھی ہی کیا ہے جو میں آپ کا مرید بنوں۔ اس کی باتیں باز میں نہیں کرتے تم مجھے میرے گھر پر ہو۔ میں نے کہا بہت خوب آپ اپنے گھر کا رٹا پتہ بتاویں۔ انہوں نے مجھے اپنا ایڈریس دیا اور میں ہاتھ دے کر چلا گیا۔ اگلے روز ڈیوٹی میں وقفہ کے دوران میں ان کا کوارٹر دیکھتا ہوں کہ پھر وضو نہ پڑے۔ دہشت سے چھٹی ہوتے ہی میں اگلی رات گاہ کی طرف چل پڑا۔ اس کے گھر کا گیٹ حرا ہوا تھا میں سے دیکھا نہ وہ میری طرف پشت کے کری پر بیٹھے ہیں اور ان کا اردی جس کا وہ بتا رہا تھا۔ نئے بوٹ اور پٹیلیاں کھین رہا تھا۔ میں جوں ہی گیٹ میں داخل ہوا انہوں نے اردی سے کہا کہ پھوڑنا اور ہمارے مہمان کیلئے رہی۔ لے کر آؤ میں نے سلام کیا اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ولی اللہ ہیں اور آپ کو پیچھے بھی نظر آتا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور مجھے سری پر بیٹھنے کو کہا میں بیٹھ گیا تو آپ سے پوچھا کہ وہاں چناب کل آپ نے مجھے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ پو تو آپ مجھے اپنا مرید کرئیں یا میرے مرید بن جائیں۔ انہوں بھی

فل وال جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے کسی کام پر ہوں نہ کسی کھمبہ بنانا وغیرہ کی بات کر رہا ہوں۔ اس کی بات سن کر مجھے ہنسی کی ہوتی کہ میرا اسطو ہے وہی تو یہی ہے لیکن یہ باتیں کبھی۔ اس پر مجھے میرے مرشد اور دادا صاحب کی خواب۔ ان باتیں یاد آئیں تو یہ بات کبھی نہ میں نے سنی ہو۔ انہوں نے یہی تو فرمایا تھا کہ تمہارا دوست ملے گا اور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ وہی کہہ رہا تھا۔ مرید نہیں بننا۔ یہ سچ کہنے پر میں وہاں سے نکل آیا اور لڑ رہا تھا کہ کچھ پتھر پھینک کر لو۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے میرا ہاتھ جھٹک دیا اور لڑنا باندھ دیا۔ میں ایسے ہی ہر لالو شیشو سے وہی نہیں کرتا۔ میں پہلے امتحان دیتا ہوں اگر کوئی اس میں پاس ہو جائے تو پھر وہی کرتا ہوں۔ ورنہ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ٹھیک ہے آپ میرا امتحان لے لیں۔

انہوں نے فرمایا کہ یہ امتحان کیا ہے۔ اس میں تین سو چھ سو ہیں لگے اور ہر ایک میں سو پندرہ پینے پڑیں گے۔ یہ لو یہ تمہیں منکھور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سب کچھ منکھور ہے جب وہی کہی سے تھو پھر سو سو چھ لے لو۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا امتحان کے لئے تیار ہو۔ میں نے کہا تیار ہوں تو انہوں نے کہا شطرنج ہیلنا۔ میں نے کہا کہ آتی ہے۔ اس پر انہوں نے اپنی رتن کوٹھاری کے شطرنج لے کر آؤ۔ مزے کی بات یہ ہے کہ رسالہ رسالہ حبیبی اور وی کی ایک پٹی ابھی اتار لی تھی اور دوسری دستور بدھی ہوں تھی۔ اور وہی نے شطرنج لے کر بچھا دی تو آپ نے کہا کہ یہ پتھر پر چھ ہے۔ اگر تم مجھ سے حبت گئے تو تمھوں نہ پاس ہو گئے۔ تم بھلا میرے ساتھ یہاں کھینچو گے میں تو اپنی پینٹ کا جھینچوں ہوں۔ میں نے کہا تم فوجی لوگ۔ پس میں ہی کھیں ر ہینچوں ان جاتے ہو۔ ہا ہا ہا لے سے واسطہ پڑے تو چاہل جائے کہ کتنے پانی میں ہو۔ چنانچہ کھیں شروع ہو گیا اور میں دانتا رہا۔ اس کے کھیلنے کا انداز کیا ہے۔ پہلی گیم رسالہ رسالہ حبیبی گئے اور کہنے لگے تم تو ہار گئے۔ میں نے کہا میں گیم کھینے کا اصول ہے اگر تم ایک ہادی اور جب جاؤ تو میں اپنی شکست تسلیم کر لوں گا۔ پھر کھیں شروع ہو گیا تو میں دوسری اور پھر تیسری گیم بھی جیت گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا تم ہار ہو، اچھ ٹھیکے ہو اور کھینچو۔ مزید وہ پانی نہ لیں اور وہ بھی میں نے جیت لیں۔ شطرنج ختم ہوئی تو میں نے کہا اچھے مسرا پر چھ کون ہے۔ اس پر رسالہ ر

صاحب نے فرمایا کہ غالب کو جانتے ہو۔ میں نے کہا کہ آپ نے صرف اس کلام ہی شاعرانہ لہجہ میں
تبدیل کا رستہ نہ اراہا ہے غالب کے ہاں ہر لفظ کو جانتا ہوں۔ آپ نے کہا اچھا تم غالب کے
ریاض کا چوہہ بلا شعر ہے۔

نقص فریاد ہے کس کی شوخیء تحریر کا

گاندی سے پیرھن ہر پیکرِ قصیر کا

اس کا مطلب بیان کرو۔ اس پر میں نے اس شعر کی تشریح کی تو کہنے لگے کہ اس شعر
میں غالب نے انسان کے ہرے میں رانی جو بات کہی ہے وہ بتاؤ، جب میں نے اس کی تفصیل
بھی بتا دی تو خوش ہو کر فرمایا کہ واقعی تم کو مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہو۔ اس زمانے میں تو غالب
اور اقبال کے اشعار یہ بھی ہمیں ٹوک رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یہ بتائیں تو فرمایا ہر قصہ
پاک۔ میں نے عرض کیا کہ اب لائے تیرے پرچہ اس پر آپ نے فرمایا کہ تیرے پرچہ پر بے کی کبھی
پیار بھی کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کبھی کا کیا مطلب ہم نے تو ساری زندگی پیار میں ہی گزار
ہے۔ اس پر آپ نے تھوڑی دیر بیٹھے کہیں بند کر میں اور فرمایا کہ واقعی تم تو مرچا پیار ہو۔ لاؤ
ہاتھ دوسرے سے ہماری اور آپ کی دونوں ہونگی۔

واقعی تو ہم دونوں ایک دوسرے نے جو بات خالی پھرے کی اور نہ فرمائی تھی، وہ ابھی پوری نہیں ہوئی
تھی۔ ہم دو رات اس کے گھر محسوس کرتے۔ دنیا بھر کی اور فطرت کی باتیں ہوتیں۔ وہ مجھے بھائی
جان کہتے میں نہیں بھائی جان ہوتا اور خوب وقت گزرتا۔ وہ ملتے والوں کیلئے رہا میں نے
اور خوب مٹھائی چلتی۔ یہ سہائی کھانے کی عادت مجھے رسالہ اور صاحب نے ڈالی اور وہ اس کے
بہت شوقین تھے۔ خوب مزے کی محفل ہوتی۔ لیکن میرے کام کی بات نہ ہوتی۔ آپ کمال کے فقیر
تھے اور آپ کا انداز بھی انوکھا تھا۔ کوئی حاجت مند دعا کیلئے کہتا کہ لا جزئیہ کیلئے دعا فرماؤ یہ تو
بہت جادو ہے۔ تمہیں بیٹا ہے۔ کوئی مندے میں کامیابی کیلئے عرض کرتا تو کہتے جادو ہے۔
تمہیں بیٹی ہے۔ مجھے یہ بات اچھی نہ لگی اور ایک دن میں نے کہا کہ بھائی جان ہم نے یہ بات
سے ہر رکوں اور بیروں کو دیکھا ہے لیکن اس طرح تو کوئی نہیں کہتا۔ بعض کی دعا کی قبولیت کا یقین

بھی ہو جاتا ہے پھر بھی یہی فرماتے ہیں کہ خدا واللہ کے فضل سے کام ہو جائے گا۔ یہ کونسا انداز ہے کہ چارو میں یہ کر دیا میں نے وہ کرو۔ اور کون کر کر رہے ہو گئے اور فرمایا۔

انصار ملی صاحب! آپ نے دلی اللہ بہت دیکھے ہوں گے لیکن آپ نے کون "فقیر" نہیں دیکھا، میں تو فقیر ہوں میں ایسے ہی کہوں گا "پ چوٹی چاہے کر لیں" میں نے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا یا چوچا بے نرمی میں کچھ نہیں کہتا۔ انہوں نے میرے ساتھ بھی ایک مرحہ ایسے ہی کیا۔ سو یوں نہ کچھ دلوں بعد میں نے کہا نہ یہی نہ جاس دے سریں کہ اب وہاں دلی چلا جاؤں۔ بچے وہاں ہیں اور میں یہاں پر ہوں۔ وہ جگہ کا اثر چھ مشکل سے پورہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے تم وہاں چلے جاؤ۔ چند دن بعد ہی وہاں سے ہیڈ کوارٹر سے سرکاری حکم آ گیا کہ وہاں سے وہی واپس بھیج دیں۔ شام کو میں نے رسالہ ر صاحب کفریہ لے لیا اس لیے یہاں ڈال دی گئی چنانچہ کیونکہ میں تو وہاں چار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تیری جلدی تم کیسے وہاں جا سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہمارے بارے میں کھل آ گیا ہے اب تو جانا ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں دیکھوں گا کہ جسے لوٹ و پاس بھیجتا ہے۔ اگلے روز معلوم ہوا کہ ہنگام، انہوں نے ہیڈ کوارٹر والوں کو سنبھل دیا ہے۔ ابھی یہ افراتفری نہیں کئے جا سکتے جو کام ابھی باقی ہے اس کی تفصیل بعد میں لکھ کر بھیج دے ہیں۔ اس طرح اسی کام کا معاملہ کھانا میں پر گیا۔ چند دن بعد میں نے رسالہ ر صاحب سے گزارش کی نہ جسے وہ پاس بھیج دیں۔ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے تمہیں واقعی اب وہاں جانا چاہئے تم اب چلے جاؤ۔ ہماری پیٹ کا جب تفصیلی ہیڈ کوارٹر پہنچا تو انہوں نے دوبارہ سنبھل دیا کہ جو کام باقی رہ گیا ہے وہ یہاں دلی میں آ کر بھی کیا جا سکتا ہے اس نے ہمارے آدلی فور بھیج دیئے جائیں۔ میں بڑے خوش خوش شام کو رسالہ ر صاحب کے پاس گیا اور وہی کسی کاؤ سرے ہی لگا تھا کہ وہاں سے حلال کے ساتھ گویا ہوئے کہ یہی نہ جانا اگر آج آپ نے مجھے چھینڈا تو حد کی قسم تم ساری عمر یہاں رہو گے یہاں ہی مر گے اور یہاں ہی تمہاری قبر بنے گی۔ چلو چھیر، میں نے کہا نہیں ہاں میں آپ کو بالکل نہیں چھینڈوں گا۔ اس پر پتہ پڑے پیار سے فرمایا کہ کل تم چلے جاؤ میں تمہیں ملے کیسے دلی پر کروں گا۔ میں تمہیں وہاں کرنے کل نہیں آؤں گا۔ تم ابھی مجھے

مل لو کیونکہ میں تمہیں جانتا ہوں نہیں، کیونکہ میں لکھتا۔ چنانچہ میں تو اگلے روز وہی چلا گیا اور اپنی رہیت
مکمل کرنے کے بعد ہوں چلے گئے۔“

”میں تو اپنی دن“ گیا اور رملہ رملہ صحت اپنی ٹریک مکمل رکھے ہوں چلے گئے آپ
حسب وعدہ جب بھی چھٹی“ تے تو پہلے مجھے مل کر پھر گھر جاتے اور وہی پر وہ میرے پاس
قیام کرنے کے بعد اپنی بہت کوجاتے۔ وہ جب میرے پاس تھے تے تو ان کے محققہ حضرت اب اور
میں والے اصحاب و خوب محفل جتنی۔ ایک دن آپ نے مجھے پوچھا کہ یہاں جان آپ نماز کس
پڑھتے؟ میں نے کہا کہ کئی پڑھتے اور آپ عجیب دوست ہیں کہ عرصہ ہوا ملاقات ہوئے اور آج
پوچھ رہے ہیں کہ آپ نماز کس پڑھتے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہاں اس نماز فرض سے اور
یہ صراحت پڑھتی چاہئے میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس مسئلہ اور نماز اہمیت سے بھی طرہ
”گاہ ہوں تین دن کا کیا کروں۔ بقول غالب

جاننا ہوں ثواب اطاعت و نہ
پر طبیعت اور نہیں جاتی

اس پر آپ نے فرمایا کہ طبیعت نہ آنے کی آخر کوئی وجہ بھی تو ہوگی میں نے کہا کہ جتنا میں
پہلے آپ وحدت میں گواہی کر چکا ہوں کہ میں تقشود یہ مسئلے میں بہت تھا اور سلوک طے کر
چکا تھا۔ اس وقت نماز پڑھتا تھا تو اللہ کی حضوری ہوتی تھی۔ اب مری پڑھتا ہوں تو سامنے اجنت
پھرتی دیوار اٹکاپا جوتا ہوتا ہے میں ان چیزوں کو عجز نہیں کر سکتا۔ بے حضوری وان مریز چہ کسا
ہوں اگر آپ میں بہت سے تو آپ مجھے مری پڑھاویں۔ اس پر آپ نے چنے چنے پر ہاتھ مار کر
کہا کہ نہ میں آپ کو نماز پڑھاویں گا۔ جب آپ کوئی بات کہہ دیتے تھے تو اگر بول پہاڑ بھی راستے
میں حائل ہوتا تو مل جاتا۔ ان دنوں رسالہ ارمہ حب نے ابھی ڈاڑھی نہیں رکھی تھی اور لہار کی
امت کم ہی فرماتے تھے کسی ڈاڑھی والے دوست کو یہ حدت کا امام بنا بیٹے تھے۔ ایک دن جب
دھیرے دھیرے مہمان تھے اور میرے کوارٹر کے باہر اپنے بیٹے انوں کے پاس تشریف فرما تھے تو مغرب
کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے دوستوں سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو آج میں

جس وقت راؤں۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو ہمیشہ آپ سے گزارش سے میں لیکن آپ خود ہی
 اہمیت نہیں کرتے میں نے کوارٹر کے سامنے چارپائی لا کر رکھی تھی اسے جتنے سے دل بہا رہا تھا کہ آپ
 سے نہ رستے تھے۔ بھائی صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ نے پڑھائی۔ جتنی آجادی۔
 میں نے کہا کہ ابھی وضو کر کے آنا ہوں۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ صاف میں
 میرے بالکل پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دوبارہ فرمایا کہ
 اب ایسے ہی ہوا کر کے اب نہیں چھوڑنا۔ چنانچہ میں نے نماز شروع کر دی اور پھر نماز، ماہریم
 اللہ ین کا ہمارا ہوا اور بھی اپنے مصروفیات میں شامل کر لیا۔ اس طرح کئی برسوں کے بعد میں دوبارہ
 اپنی کن پڑ گیا۔ اگلے برس مالدار صاحب گھنٹی نے نہ تو مجھے دیکھ رہے تھے خوش ہو رہے تھے۔
 ماشاء اللہ اس وقت خوب رنگ چڑھا ہوا ہے یہ پڑھنے ہو میں نے عرض کیا کہ آپ تو کچھ پڑھیں کہ
 بتاتے نہیں ہیں اس لئے میں نے اپنے پرانے سلسلے نقشبندیہ لا کر رکھی شروع کر دی ہے۔ آپ
 نے کہا کہ کچھ ٹھیک سے کہیں کرتے رہیں۔ جب آپ تشریف لائے تھے تو کافی دیر تک
 صاحب کی مجلس جمتی۔ چائے کے دو روپے اور خوب سبب ہوتی۔ ایک شب اس کی ایک مجلس
 تھی کہ آپ نے پانی منگوایا اس میں تھوڑا سا حوض کیا اور رکھا اس مالدار صاحب نے پانی دیکھا
 ایک وہ مسٹر ظہیر الحسن صاحب بیٹھے تھے انہوں نے گلاس پکڑنے کیلئے ہاتھ حوض گئے پڑھا ہوا
 انہیں ایک تھپڑ رسید کیا اور رکھا میں نے طرف پڑھا تھے ہوئے فرمایا کہ اس کا حصہ ہے۔ میں نے چند
 گھنٹہ پانی کے پیئے۔ اللہ جانے اس حکم نے اس میں کیا کیا پڑھا تھا کہ پانی پیئے کے ساتھ ہی
 رن کی آواز آئی جیسے میں نے کچھ لاہوا نا سا پڑھ سہیہ پی لیا ہو۔ وہ پانی جہاں جہاں سے گذر سب
 کچھ جاتا ہوا گذر گیا اس کے بعد تو پھر میری ترقی ماکتوں سپیڈ سے ہوئی۔ اب تو جو بھی
 ہمارے پاس ہے یہ مالدار صاحب کا دیا ہوا ہے چونکہ انہوں نے ہمیں دعوت نہیں کیا اس لئے
 ہم اپنا شجرہ لا کر کریم الدین احمد صاحب سے ملاتے ہیں یہ وہی ہمارے وہ حالتی مرشد تھے۔
 حضرت مالدار محمد حنیف صاحب ہندوستان کی بہت پربالہ کے قصبہ مہندر گڑھ کے مسٹر
 ۱۰ لے گئے۔ آپ ایک رات تھے یہی آپ کے کسی رات در رات سے بہت نہیں لی تھی۔ پچھن

ی سے آپ کی والدہ ماجدہ انہیں درود شریف کا اور کرے لی تلقین فرماتی تھیں اور وہ سے تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ فوج کی سربراہی میں دیوبند کے دوران بھی جیب میں تسبیح رکھتے اور گھڑ سواری کے دوران بھی اس پر درجہ رکھتے۔ سال پراسرار سے اکثر ارض کیا تو کوئی چھوڑے کیسے تیار ہو گئے۔ آپ لی قابضیت کے پیش نظر انگریزوں نے انہیں اجازت دے دی کہ تسبیح چلاتے رہیں۔ قلمہ انصاری صاحب فرماتے تھے میں نے ب سے کئی مرتبہ پڑھا کہ آپ برف درود شریف پڑھتے ہیں تیس اسوں سے بتایا نہیں۔ میں یہی کہتے تھے کہ چھوٹا سا ہے۔ انعام ہے۔ ملامت کے دوران اس کا تاجہ سیا لکھٹ چھوٹی میں ہو گیا۔ دوسرے بار کوٹ تو شام کے بعد باران میں لکھٹ جاتے تھے۔ آپ حضرت امام علی الحق کی مسجد میں چلے جاتے۔ وہاں عشاء میں نماز ادا کرنے کے بعد امام صاحب کے حذر کے نزدیک بیٹھ کر درود شریف اور دوسرے مسنون وظائف پڑھتے رہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دن میں حسب معمول اندھیری بجے میں بیٹھا ہوا تھیں بند کئے وظیفہ میں مشغول تھا۔ جب آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھا کہ میرے سامنے ایک رنگ کھڑے ہیں میں گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ روٹیں تم تو بڑے اچھے بچے ہو مجھے نہیں جانتے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا اسوں سے فرمایا کہ میں علی الحق ہوں اور ابھی لی رہا ہوں۔ پھر انہوں نے مجھے پکارا اے بیٹے سے لگایا اور میرا کام کر دیا۔ اس طرح آپ کو امام علی الحق سے اور یہ صفت حاصل ہو گئی۔ پانی سندھو حیدرہ فرمایا کرتے تھے کہ امام علی الحق حضرت علی کی مائیداد پوینا پشت میں سے تھے وہ بنی مہاجرین سے تھے انہوں نے قلمہ سیا لکھٹ میں شہید ہو گئے ان سے والد صاحب کو میرا دست فضل لکھا گیا اور ان سے ہمیں ملا اس طرح روحانی فضل کے لحاظ سے ہم سب ان کی پشت بیٹے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں یہ سنگ اور نہیں ملے گا۔ جلسوں میں بیعت کے دن سے جب چوبیسویں پشت چل رہی ہوگی ہمیں پچھلے زمانے کا انھیں مارا گیا۔

انصاری صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی چند مرتبہ آپ کے پاس حیدرہ گیا تھا۔ آپ کے والدین بھی حیدرہ اور نہایت سادہ تھے۔ آپ کے والد کا یہ حال تھا کہ بیٹنگن کے ساتھ کھانا کھاتے

ہوئے پوچھ بیٹھے۔ ”تج بڑا پکا ہے۔ کسی نے کہہ دیا کہ روکی والی کچی سے تو پکا کر اٹھے واہ سبحان اللہ
 تیرے مرنے والے۔ آپ کی والدہ کے ہاں میں ایک بڑے محلے کے کھیتوں میں تاتا ہوں ایک
 مرتبہ وہ میرے سامنے مرنے لگی تھی لیکن ابھر ابھر بھی دیکھے جا رہی تھیں۔ رسالدار صاحب
 نے کہا اب یہ کیا کر رہی ہو خیر جب ادھر سے فارش ہوئیں تو رسالدار صاحب نے پوچھا۔
 اس میں نہ زلزلہ تھا نہ دھڑکاؤ نہ کچھ بھی تھا نہ ہوں نے کہا بیٹا ”ج تو بڑی عجیب بات ہے لیکن نہ سچ
 تو مجھے مرنے میں جانے کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ ہم پوچھا نہ ماں کیا تھے ہر ماں میں جانے کچھ دکھائی دیتا
 ہے؟ تو بڑے بڑوں سے پوچھوئے کہ کیا دیکھا۔ لوگوں کو مرنے میں جانے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ
 ٹوٹ پالکل صورت کے مصائب، نند تھے۔ ان کا تمام تھا لیکن انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا۔ وہ
 سمجھتی تھیں کہ ہر سہ ماہی کے وقت کچھ دکھائی دیتا ہے۔ حضرت رسالدار صاحب بڑی اہمیت
 والے برگ تھے۔ ”پ کی رات بھی بڑی عجیب و غریب تھیں۔ ایک دفعہ تو ان کے ہاتھ سے
 ایک مردہ بھی زندہ ہو گیا۔ ہاں دہلی کی میاں کا ایک سردہ مقتدا وہ اپنی تک بیمار ہوا اور اطلاع
 ملی کہ وہ مر گیا ہے یہ سن کر ”پ اٹھے اور مجھے کہا ”چلو بھائی جان پھڑتائی کے گھر چلیں وہاں
 پہنچتے مانتے پاتھ۔ آپ نے سر پر سیڑا اوڑھ رکھو گت سا کمال لیا اور عورتوں کے درمیان سے رستہ
 بناتے ہوئے پھڑتائی کی چارپائی تک پہنچ گئے وہاں پر پڑی ہوئی چارپائی پر لٹھ پڑھتائی کا تھ
 اپنا ہاتھ میں تھام لیا اور رستے ہوئے کہ سب چپ ہو جاؤ۔ پھڑتائی نے آنکھیں کھول
 لیں۔ جب سے رسالدار صاحب نظر ”نے تو اٹھا اور وہ سے ”لوں ہاتھ جوڑ کر نالو پیٹے
 گیا۔ رسالدار صاحب نے فرمایا کہ پھڑتائی ”پ غیر بتائے گی کہ اس چل دیے تھے۔

آپ کے قریب بھی اپنی مثال ”پ تھے مگر کوئی عورت دروازہ نہ جہ سے تکلیف میں ہوتی تو
 ”پ نہ پاؤ؟ کھانا لے کر اس پر عورت نکلتے، ردائیت دیتے نہ عورت کے سر پر سے لٹا کر
 کے رکھ دیا اس کے رکھنے ہی چھیدا ہو جاتا آپ اس پر کھتے تھے ”اٹنی چھپ کر یہ دھری نکل پڑا
 پانگل پڑی ”طرح ”پ کا ایک ہندو پھڑتائی سے کہتا تھا وہ ”تھی اور بھی ”پ کی شکل میں رہتا
 ہاتھ جوڑ کر بیٹھتا۔ ایک مرتبہ ”پ چھٹی گئے تو پھڑتائی نے بتایا کہ اس کی مٹی ہمارے اور ہر قسم کا

عدج کرا چکا ہے جس اس ٹاٹوں بند کس ہوتا اس پر آپ سے اسے ایک تعویذ لکھ کر دیا رہا نہ سے اپنی بیوی کی کمر کے ساتھ ہاتھ دھو رہا۔ رسالہ ار صاحب جب اگلی مرتبہ چھٹی پر گئے تو چنڈت جی ملے کیلئے حاضر ہوئے۔ رسالہ ار صاحب نے اس کے اہل و عیال کی خیریت دریافت کی تو چنڈت جی نے کہا کہ گھر میں ایک پریشانی ہے۔ میری بیوی کے ہاں پھہو لے والے لیکن پیدائش کا وقت پورا ہو جائے کے باوجود کوئی کار دکھائی نہیں دیتے۔ پیدوں اور زائکوں کو بھی دکھایا ہے لیکن انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ رسالہ ار صاحب نے پوچھا کہ گزشتہ سال جو میں نے تعویذ یاد دلا دی تھی ہے۔ چنڈت جی نے کہا وہ میری بھتیجی کی مہر کے ساتھ یاد دلا ہوا ہے۔ آپ نے اسے کہا مہر کا وارہ تعویذ کھول رہی ہے پاس لے ڈالے۔ چنڈت جی تعویذ لے کر آگے پہنچ گئے۔ آپ نے ہی تھے۔ اس کے گھر سے مبارک ٹاپٹام لے کر آیا ہوا ہے۔ رسالہ ار صاحب نے چنڈت جی کو دیکھتے ہوئے فرمایا کیا تمہاری کھوپڑی کام نہیں کرتی کہ یہ تعویذ ٹوٹ کر کے کیلئے یاد دلا تھا۔ اگر ٹوٹ جاوے تو پتہ کیسے پید ہو گا۔ اگر یہ تعویذ یاد دلا دینا تو پتہ پھر آئے گا۔ رسالہ ار صاحب کے بڑے صاحبزادے حافظ نور احمد صاحب نے سوچا یہ یہ ہندو کا فہرہ نہیں ہے اس کو اللہ کے نام و ایا قرآنی ہیئت ات تعویذ سرگز نہیں دیا جانا چاہئے تھا۔ یہ اعتراض کرے کی غرض سے انہوں نے کہا کہ اہل میں تعویذ کھول کر دیکھ لوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں دیکھو۔ حافظ صاحب نے کھول کر دیکھا تو اس پر صرف یہ لکھا تھا "ابے اے خوب بند ہو جا"۔ یہ پڑھ کر حافظ صاحب خاموش ہو کر رو گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران رسالہ ار صاحب تو رہے رہے رہے۔ چھ تھے لیکن اس کے چھوٹے بھائی معین صاحب فوج میں تھے۔ شمالی افریقہ کے محاذ پر ایک مرتبہ جرمنوں نے انہیں لٹی ساقیوں سمیت قید کر لیا۔ وہ ہسپتال میں ہی حارر تاروں کی جیس میں بند کر دیا۔ انہوں نے اس قید سے فریادیں نہ بھائی جاس۔ اگر آپ مجھے اس مصیبت سے آج رہائی دلا دیتے تو آپ کی برگی کو مان جاؤں گا۔ تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ رسالہ ار صاحب جرمن افسر کی دھڑکی پہنے خاواواتوں کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ صحیح

صاحبِ انیس، ازری نہ ایوں۔ چپ رہنے کا اثر دیا وہ۔ اُسے تڑپس فوجیوں کے پاس
 چلے گئے تو حیرتوں نے انہیں سدا میا اور پھر بات چیت ہوں چند سیڑھی رسالہ ار صاحب کے
 ساتھ۔ نے اور تمام قیدیوں کو چار نکال رکھ کر دیا۔ رسالہ ار صاحب ہمیں راج کرتے ہوئے
 ان سے دو ہندوستانی اور اچ کی طرف لے گئے۔ پھر صیہ صاحب کو فرمایا کہ اب اپنے دی
 سنبال لودو سامنے تھہرے ہو رہے ہیں یہ میاں چنگ ہے یہاں۔ نکھیں کھوں کر رہنا چاہیے
 میں پار رہتا رہا۔ لے ہندوستان سے کس آگستا۔

بعد شروع میں پے صاحب کے ساتھ کراچی میں مقیم تھا، مجھے جب بھی ملے ہی فرماتے کہ بھوسہ
 ”جو گر“ رام سے رہنا ہے تو بھوسہ آج وہ ”شیر“ کی محبت نہیں بھوسہ لے گئی۔ وہ جس مسجد
 میں نہ رجوع پر جا کرتے تھے وہ ایک خاص جگہ پر بیٹھا کرتے تھے وہ مجھے معلوم ہے۔ میں وہاں
 جا کر دیکھتا رہتا رہتا وہاں سے بڑا پریم ملتا تھا۔ کئی مرتبہ ملے تو وہ بھی سے ہاتھ باز کر دیتا تھا کہ چلے
 جاتے کہ بھائی صاحب کام بہت ہے۔ میں سے ایک مرتبہ پوچھ ہی لیا کہ بھائی صاحب صاحب صاحب صاحب
 کام ہوتا ہے انہوں نے فرمایا اللہ اپنے کام کر لے لے ہند صاحب کو ہاں بھی بیٹا نہیں بیٹھے دینے۔
 وہاں صحت کے ایک حصے پر میری یہ اپنی سے کہہ رہا ہے کہ وہاں کو جس چیز کی بھی خواہش
 ہو وہ فوراً پیش ملتی ہے۔ ایک مرتبہ ایسے دھانی ایسے جیسے اگلی پانی سے ہر نکلے ہیں۔
 میں سے پوچھا تو فرمایا ہے گلے سمندر میں ایک جہاز طوفان میں گھر رہنے والا تھا۔ اللہ حالی کا حکم
 ہوا۔ سے سیدھا کر دیا۔ میں اسے سیدھا کر کے آ رہا ہوں۔

اب بھی آپ حلقہ کے کئی بھائیوں سے ملے ہیں بھی صاحب ہی میں گر اپنی کھینچ لیا
 صاحب کی نیگم کو جب وہ دہلیں جا رہی تھیں تو راستے میں ایک رپورٹ پر ملے۔ انہوں نے مجھے
 بتایا کہ رپورٹ دے لے مجھے مطلوبہ جہاز پر جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ میرے پاس
 ایک ”قصر“ ہے اور مجھ سے پوچھا کہ ”پس یوں پریشان میں میں سے بتایا تو انہوں نے متعلقہ
 اتھارٹی سے بات کر کے میرا مسئلہ حل کر دیا۔ جب انہوں نے مجھے اس کا علیحدہ امداد دیتا ہے تو
 میں جال گیا کہ وہ رسالہ اور صاحب تھے۔“

ارشادات خواجہ

(خواجہ محمد امین اختر لون)

پس منظر

ہائی سید حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی زندگی میں سید تو حیدر کے چھوٹے سال زاد تھا۔ معتقد ہوئے۔ صرف تیرہ سال اپنا "تائید حیدر" 1974ء میں "معتد ہو۔" "پ" ہے اپنی ملازمت کے باعث سالانہ خطبہ کو پڑھنے کی بجائے یہ مدت سید کے موجودہ قلمی حصہ میں اور صاحب کو عطا فرمائی۔ خطبہ کے وقت "پ" چھوٹے رنگ میں یوں کی معیت میں تبلیغ پر رونق فرماتے تھے۔ جب خطبہ پڑھا چکا تو عام گفتگو شروع ہو گئی۔ راقم الحروف کے پاس خطبہ اور بات چیت کی مکمل کیسٹ موجود ہے، جسکی مدد سے اپنے ہائی ورسٹڈ کے کچھ ارشادات قارئین راہم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اللہ کو کبھی نہ بھولا

آپ نے ارشاد فرمایا "میں نے کچھ نہیں کیا۔ نہ کوئی نیا وہ عبادت کی نہ کبھی تہجد کی نماز پڑھی ساری عمر۔ اللہ! چھ عرصہ کیسے مجھے جنگلوں میں رکھا وہ طہارت ہے۔ مگر ایک بات ہے کہ میں اللہ کو ساری عمر ایک سیکنڈ بھی کبھی نہیں بھولا۔ نہ راحت میں، نہ تکلیف میں، سوتے میں نہ جاگتے میں، بس یہ کاعبر کہ ہے میں تم لوگوں کو بہت اذیتا۔ کھانا چاہتا ہوں، تم لوگ ابھی بہت تجھے درجے پر ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب میری طرح ہو جاؤ۔ ہمارے حلقہ میں چند آدمی ہیں جو اسے سن کر پڑے ہیں، ان سے نہیں کیا نزد۔ کورنگی میں ڈار ہے، تو رہے، اصغر ہے اور وہ ہے بشیر مراد کا بھائی اللہ عنایت، بڑا بڑے رنگ ہے۔ کورنگی میں اسٹرکٹر تھا تو جتنے پڑھنے پڑھنے کے سب کو رنگ دیا۔

مجھے رشک آتا ہے

پھر "پ" ہے ایک بھائی فتنی خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ایک یہ

سے لیکن یہ کسی کو قہر ہی نہیں دیتا، ہمیں بھی نہیں دیتا۔ تیرن بات سب کو بتا دوس؟ (آپ نے رسالہ محمد حنیف خان کے بڑے صاحبہ اسیے حافظ سیر احمد خان صاحب کو فنی طلب کرتے ہوئے فرمایا) حافظ صاحب اس کے ساتھ وہ واقعہ پیش کیا نہ مجھے بھی رشک آتا ہے۔ یہ دوسرے تیرے، وہاں یہ کی مشقوں میں ملے، ہر جاتے ہیں۔ یہ وہاں رات کو بیٹھ کر اللہ اللہ کر رہا تھا کہ حضورؐ شریف لائے۔ اس کا سیدھا ک کیا وہ نکالا، اسے دھویا، اس میں بیٹھے میں رکھا، اس پر ہاتھ بچھڑا پیا رہا اور چلے گئے۔ اس نے یہ واقعہ صرف مجھے ہی بتایا، ورنہ کوئی بتایا۔ اس سے یہ ہوتا ہے نہ ہونی بھائی سوچتے ہیں نہ ہمیں کچھ نہیں دے، اس لئے میں نے خود ہی منع کر رکھا تھا۔ یہ اس بات کو حاسا ہی نہیں، اوپر ہی منزل اس کی سے ہی نہیں۔ یہ تمہاری (حافظ سیر احمد صاحب کی) داد ہی امام والی بات ہے۔ وہ جب مرد پر جھتی تھیں تو انہیں خانہ کعبہ نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں، اس وقت وہی ساتھ اوپر اچھڑا دیا، کچھ جی تھیں۔ جب نماز ختم ہوئی تو رسالہ احمد صاحب نے پوچھا امام یہ کیا کر رہی تھیں؟ کہنے لگیں بیانا۔ ”آج عجیب بات ہوئی، آج نماز میں مجھے خانہ کعبہ نظر ہی نہیں آیا۔ رسالہ احمد صاحب نے کہا کہ یہ تمہیں ہر نماز میں خانہ کعبہ دکھائی دیتا ہے؟“ وہ بولیں تو دوسرے نظر نہیں آتا کہا؟

پس وہ سمجھتی تھیں کہ سب کو نماز پڑھنے وقت خانہ کعبہ نظر آتا ہے۔ اتنا عجیب و غریب معاملہ حاسا ہوئے سے وہ چاہاں کا احساس ہی نہیں، یہ ہیں صحن کوئیں کی باتیں۔
سکھوں کا نام

بات چیت کے دوران ہی آپؐ نے استاد فرمایا ”نام یہ ہوا ہے؟ ایک بھائی سے عرض کیا کہ قلم پارہ بنے ہیں۔ حافظ سیر احمد صاحب (حسن کے سر پر لیٹے لیٹے ہال تھے) سے ملا کہا کہ یہ ”قلم سکھوں کا نام ہو گیا ہے“ آپؐ کی حسن ظرافت جو چڑکی تو ان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا ”اللہ کا شکر ہے کہ میرے سر پر قلم ہال نہیں ہیں“ اس پر محفل میں خوب قہقہہ پڑا۔ حافظ صاحب نے کہا کہ ”آپؐ کو بھی پرچوٹے کرنا تھی“ اس پر آپؐ سے فرمایا ”جو کہنے گا وہ سنے گا“ جس پر ”وہاں روئے قہقہہ جھڑکا۔“

مجالس فقیر

محمد صلیق ڈار توحیدی

(یہ واقعات راقم الحروف نے بابا جاس عبدالحکیم انصاری کی مجالس میں سنے۔ جو بھاری سا

رجسٹری کیسے پیش خدمت ہیں)

کالو کا بھوت

ایک مرتبہ ایب موانہ مجھے قید حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی حدیث میں عین وہ چہرے کے وقت پہنچنے کا موقع ملا۔ میں نے کہا نا بھی، سورہ یونس کی تفسیر کے بارے میں پوچھنا تھا تاہم اب وقت میزبانی کی زحمت ندوں۔ مانتا ہی یا جو کا ہمید تھا۔ جب میں درمیان پر پہنچا تو ہر طرف سنا تھا لیکن فقیر کا بار بار ہر وقت خدا رہتا تھا۔ میں میری گیت قبول کر رہا تھا۔ سے گزر رہا تھا۔ میں اسے اس کی ایک خادم سے۔ کہہ رہا تھا۔ قبلہ صاحب پوچھ رہے ہیں کہ کون کیا ہے میں نے اپنا تعارف کر لیا تو وہ چلا گیا اور چند منٹ بعد واپس آ کر کہا کہ آپ کا قبیلہ صاحب اپنے گھر سے میں بلارے ہیں۔ میں نے؟ رخصت خدمت ہو رہا تھا۔ میں نے اور مزید پوچھ کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں تو حلقہ فتنہ کے رہنما میں ام راج کر رہا تھا چلو اچھا ہو تم گئے ہو اب کپ شپ لگاتے ہیں۔ اس رہنمائی طویل اور متنوع گفتگو ہوئی۔ موسم گرما کی وجہ سے سنا ہے میں میں تہا مخاطب تھا اس طرح کا موقع پہلے کبھی نہ تھا۔ مجھے آپ کے فرائض و بات و اثر انگریزی کی طرف سے وہ محسوس ہو رہی تھی۔ اس خصوصی محفل میں آپ کا فرمایا ہو ہر لفظ میرے دل پر نقش ہو رہا تھا۔ قلم حشر نے فرمایا۔

راقم راوی سے کئی برس پہلے میں نے آپ سے ملنے کا نکل سچا واقعہ پڑھا جسے ایک تعلیم یافتہ لڑکی نے حقائق بیان کیا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ میرے والد جواب اس میں میں نہیں اپنے گاؤں کے چھ بزرگ اور موصوم، صلوٰۃ کے پابند اساتذہ تھے سب لوگ انہیں میاں کی کہہ کر پکارتے تھے۔ کامیابی میں مددوار۔ موشیوں کی دیکھ بھال کرنے سے ہم نے ایک نوکر رکھ دیا تھا۔ جس کا نام احمد جانے کیا تھا لیکن سب اسے کانوں کے نام سے جانتے تھے۔ اس کے آگے پیچھے

بھی کوئی نہ تھا۔ کالو کو دین کے ساتھ بھی کوئی دیکھ سکی نہ تھی۔ جاؤ راس کے ساتھ رہتے رہتے وہ بھی انہی کے رنگ میں رنگا گیا تھا۔ اٹھنا بیٹھا سونا اور چائے نوش کی خدمت کرنا ہی اس کی زندگی کے معمولات تھے۔ ہمارے ڈیرے کے نزدیک میاں جی کے ایک دوست کا ڈیرہ تھا۔ میاں جی اپنے دوست سے ملنے کبھی کبھی شام کے بعد نکلے ڈیرے پر جاتے تو کالو نکاحہ تھم کر ضرور ساتھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ میاں جی اپنے رشتہ داروں کو ملنے کیلئے تھوڑے پر سوارہ کرنا نہ دے تو چند ہفتوں بعد وہاں لوگ اس زمانے میں رہ گئے اور رہائش بہت کم تھیں۔ لوگ زیادہ دراصل گاڑیوں اور کھوڑوں پر ہی سفر کرتے تھے۔ لوگ درجہ حزیروں کے ہوں جاتے تو ٹی ٹی کی روتھم کرتے تھے۔

اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ میاں جی کی غیر حاضری کے دوران کالو چند دن بیمار رہا نہ فوت ہو گیا۔ ہم سب نے بھی اس کی کمی محسوس کی اور جب میاں جی کو کالو کی موت کا علم ہوا تو انہیں بڑا افسوس ہوا۔ چند دنوں کے بعد میاں جی حسب معمول شام کے بعد اپنے دوست کو ملنے ان کے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ راستے میں سفید لہاس پہننے والی آگي ہڑا ہے جس پر ایک بچہ قتل ہو گیا ہے۔ کہا ”میاں جی سلام“ میں کالو بول ”میاں جی نے کہا کالو اتم مر گئے تھے یہاں کیا رہ رہے ہو۔ اس نے کہا ”میں مر گیا تھا لیکن میں صحت مند گیا ہوں۔ میں نے سوچا کہ میاں جی جب بھی اپنے دوست سے ملنے جاتے تھے تو میں ہمیشہ ساتھ جاتا تھا۔ آپ اکیلے جا رہے تھے تو میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ آپ کا ساتھ دے دوں۔ میاں جی نے پوچھا کہ تم بھوت کس طرح بن گئے ہو۔ اس نے کہا کہ میاں جی یہ بات آپ کو نہیں بتانا سکتا۔ اس کے بعد وہ آپ کوئی بات مریم کالو میاں جی کے ساتھ اس کے ڈیرے تک گیا۔ اس طرح وہ اپنی پرچہ ساتھ ہو گیا اور اس کے ڈیرے کے نزدیک جا کر ٹامب ہو گیا۔ انقرض کالو کا یہ معمول بن گیا کہ میاں جی جب بھی اپنے دوست سے ملاقات کیلئے جاتے تو کالو ساتھ ہو جیتا۔

اسی طرح ان ایک ملاقات کے دوران کالو نے میاں جی سے کہا کہ میاں جی ”جی“ تم ”آپ“ کو ایک راز کی بات بتاتے ہیں۔ دو دن بعد ہمارے قصبے کی سرائے میں ایک رئیس راہ راہے چند

ساتھیوں کے ہمراہ آ کر اترے گا۔ ان کا ارادہ یہاں وہ راتیں گد امرے کا سے دوسری شام کو وہ رئیس راہ پیسے چاول (رود) کھا کر تیار پرے گا اور رات ہو جائے گا۔ سے ہم نے بیوت بنالینا ہے۔ میاں جی یہ عجیب بات سن کر بڑے تیرے ان ہوئے لیکن وہ دس بعد اربعی ایک امیر نوجوان اپنے چند دوستوں کے ہمراہ قصبہ کے مراے میں آٹھرا میاں جی تو پیسے ہی اٹھا میں تھے اور کالہ کی تیار ہوئی بات میں صداقت چاہنا چاہتے تھے۔ میاں جی نے چاکر اس رئیس زادہ سے ملاقات کی اور اپنی طرف سے رات کے کھانے کی دعوت بھی دی۔ اگلے روز رئیس راہ نے میاں جی کو شام کے کھانے پر بلایا تو میاں جی نے اپنی طرف سے پیشہ بدن کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کی دعوت میں صرہ و شمل ہو گا لیکن ایک شرط سے کہ آپ پیسے چاہیں نہیں پائیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میاں جی پیسے چاہل اگرچہ ہم کو بہت پسند ہیں لیکن چلنے سے آپ کی خوشنودی کی خاطر ہم نہیں پکا نہیں گئے۔ میاں جی نے ان مسالروں کے ساتھ مل کر کھانا اور کافی دیر تک شپ لکاتے رہے۔ اسے میں اس رئیس راہ سے کا ایک ملازم آپ جس کے ہاتھ میں پیسے چاہوں کی ایک پیٹ تھی۔ فائدہ جانے وہ گاؤں کے کسی گھر سے آئی تھی یہ علیحدہ صرف اس وجہ سے تیار کی تھی۔ ملازم نے نوجوان کو بچھڑا دیا اور چاول کھلا دیا۔ میاں جی کا ہاتھ ٹھنکا کہ گڑبڑ موند لی ہے۔ میاں جی تھوڑی دیر اور ٹھہرے اور کافی رات گئے سب کھینک کھانے چھوڑ کر گھر ہوئے۔ ابھی چند گھنٹے ہی سو پائے تھے کہ اس کے دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو رئیس راہ سے ملازم مڑا تھا اس سے کہا میاں جی ہمارے رئیس زادے کے پیٹ میں شدید درد اٹھ رہا ہے اور ان کی حالت بہت خراب ہے اس کے علاج معالجہ کا کوئی انتظام فرمائیے۔ میاں جی سمجھ گئے کہ صاحبان کا خدشہ تھا وہ بڑے۔ ان سے۔ ابوں سے قصبہ کے قصبہ کو ملازم کے ہمراہ چھو پائے لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے نفع و فتن کی فکر بھی لاحق ہو گئی میاں صاحب نے قصبہ کے مالکوں کو دوسرے پڑھے لکھے وافر سب کے حلقوں کو بھی اکھاڑے کا حکم دے دیا۔ صبح ہوئے ہی اطلاع ملی کہ رئیس زادہ صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ میاں جی نے فوری طور پر علماء و روحانہ کو میت کے پاس بٹھا دیا و رکھ دیا کہ مسلسل قرآن خوانی کی جائے۔ چپ رئیس راہ

صاحب کو فتنہ بیگیا تو میاں جی سے اس کی قبر پر سب خیمہ لگوا دیا وہاں بھی حنا لٹکوا دیا۔ تمہیں
 کھانا اور دوسری سب ضروریات کی چیزیں یہاں ہی ہیں کیونکہ تم نے مسلسل قرآن خوانی کرتے
 رہنا ہے۔ چنانچہ کئی روز تک اس واقعہ پر دوسرے قریبی گریہ کی حالت ہوئی رہی۔

چکھوٹس کے بعد ایک شام میاں جی اپنے دوست کے ہمراہ کی طرف جا رہے تھے۔
 راستے میں پھر کاہنہ نمودار ہوا انکی حالت یہ تھی کہ وہ اپنا جسم بٹخوں میں پٹا ہوا تھا اور سر میں
 ۱۰۰ برس پر ۱ میوہ جی صدمہ میوہ جی نے کہا کہ تاؤ تمہیں یہ ہوا، یہ کیسی حالت بنا کر رکھی ہے۔
 کاہنہ نے جواب دیا 'میاں جی! ہم آپ سے نہیں بولتے۔ ہم نے آپ کو راز کی بات بتائی تھی کہ
 ہم نے اس نام کے مسلمانوں کو رد کر رکھا ہے۔ ان کو بھوت یا جیٹا ہے۔ لیکن آپ سے اس کے
 پاس قریب پڑھے لکھے اور راجہ راجہ کے مکملوں نے مارا۔ کہ ہمارے یہ حال سوجھ بوجھ سے ہو
 آپ، پھر سے ہیں اور ہم اسے بھوت نہیں بنا سکتے۔'

قبلہ حضرت اے رشا، فرمایا یہ قہر بالکل سچا ہے۔ شیطان اپنے ہتھکڑی کے ساتھ آخری ہم
 تک اس کو لگ کر رکھے اور جہنم میں سے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وقت آپ یہ بات سن
 رہے ہیں۔ بعد میں مجھے یاد نہیں رہتی۔ آپ میری طرف سے دوسرے قدم بھانجوا کہ یہ پیغام
 دیتا ہے۔

میت کو کبھی بھی کیے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ فتنہ رے میں جہاں تک وہ ملے جہاں کی کرتی چاہتے۔ دوسرے سے تھے
 والے رشتہ دار اس کیسے فتنہ میں ناخبر ہرگز نہیں کرتی چاہتے۔ مسد کیسے والی بات بھی ہوتی ہے۔
 یا مہرے ہوئے فتنہ کا مہرہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے

تیسری بات یہ کہ مرنے والے کی آخری خدمت ہم یہ کر سکتے ہیں کہ قرآن خوانی کر کے یا
 مرنے والے کو کپڑا کھانا یا نقدی دے کر اس کا ثواب اس کی روح کو پہنچایا جائے۔

شر فیوں کی تھیلی

ہالی مسد عایدہ حیدر یہ فتویٰ عبدالحق امجدی سے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ میرے مرشد

مولانا کریم الدین احمد تہا بہت ہی سادہ مزاج تھے اور اپنے قہجے ’’چھوچ‘‘ میں بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ وہاں ایک کچے احاطے میں تین چار گچھ پر بے ہونے تھے۔ یہی مولانا کا ٹاشنہ تھا۔ آپ مہینہ میں ایک مرتبہ جمعہ ہی نماز کیلئے دہلی تشریف لاتے اور بعض اوقات بعض قیام فرماتے۔ دہلی میں آپ ہمیشہ چاندنی چوک کے کسی بہترین ہوٹل میں راتیں بسر کر کے پینے یہاں ہر وقت مہربانوں کا نام لگا رہتا اور مولانا خود سب کو کھانا کھلاتے۔ میں نے مولانا کو کبھی کسی جمعہ میں جاسے نہیں دیکھا۔ میں نے اس ہوتا تھا۔ بظاہر مولانا کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں معلوم ہوا۔ ہوٹل میں اتنا خرچہ کیسے ہوا کرتا کرتے ہیں۔ مولانا عصر کی نماز ایک دوسرے کمرے میں ہمیشہ یہاں میں پڑھتے تھے۔ میں نے یہ سوچتے ہوئے کہ تہذیب مولانا صاحب نے اس کمرے میں کوئی مال کھدوا گا ایک دن اصرار کیا کہ میں بھی عصر آپ کے ساتھ ہی ادا کرینگا۔ آپ نے اجازت دے دی۔ نماز کے بعد مولانا رات کے اور میں انٹرنل دبا نے لگ گیا۔ ساتھ ساتھ کمرے کا بھی جائزہ دینا دیکھنا وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔ دباتے دباتے مجھے محسوس ہوا کہ مولانا کی قمیض کی گردنوں جیب میں ایک قمیض ہے جس میں کچھ دھاتی ٹکے ہیں۔ میں نے ہمسے سے ہاتھ ڈال کر قمیض نکال لی اور ذرا دھرت کر اسے کھول کر دیکھا تو اس میں خالص تانبے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تھے۔ مولانا سب پڑے اور فرمایا اصرار دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیسی اشتریاں ہیں یہ تو تانبے کی ہیں۔ مولانا نے مجھے قریب بلایا اور طاق پر رکھی ہوئی چھوٹی کی تیش لے کر کہا اس پر پیچھ رڈھکتا تھا جس کے ساتھ ایک برش بھی لگا ہوا تھا اور اس کے ذریعہ کوئی نیل نہایت ہی مولانا نے تانبے کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر برش کے ساتھ دھنسل لگایا تو وہ خالص سونا بن گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ اب پتا چلا کہ یہ اشتریاں ہیں۔

کچھ عرصہ بعد دہلی کے ایک ہوٹل میں میری حضرت مولانا سے تنہائی میں ملاقات ہوئی۔ مولانا نے فرمایا کہ تم نے اللہ کی راہ میں خوب محنت کی ہے اور میری تعلیم پر بیکسولی کے ساتھ مل کر کے بہت جلد سلاک طے کر لیا ہے۔ میں تم سے فخر ہوں۔ میں چاہتا ہوں تمہیں کوئی انعام دے دوں۔ مگر کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے انعام دینا ہے تو اس کا قصہ بھی آپ خود ہی

لڑا۔ اس پر آپؐ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سے شیشی نکالی اور مجھے عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ سولہ ماہ لڑا۔ یہ گندھک کا تیل ہے۔ اس پر میں نے مذاثرین کو قتلہ گھونڈ کر شیشی ہے میں گندھک کے تیل کا یہ کر دینگا۔ لاٹا ہے فرمایا۔

اے بےوقوف! یہ کیا کہہ رہا ہے اس سے ہوا بنتا ہے! سدا کھلا اور ساری عمر موج کرو میں نے اس شیشی کو اٹھا کر بڑے غور سے دیکھا اور یہ وہی کے کمرے کی کھلی کھڑکی سے اسے ہار گئی میں پھینک دیا۔ اس پر یہو، ماتحت، راض ہوئے کہ تو نے یہ کیا کیا۔ میں نے ہونے ہوئے عرش کیا۔ حضرت میں آپؐ سے اس نے جنت نہیں ہوا تھا کہ مجھے عطا فرمایا۔ جے تخت ہوا سا مرید چاہو کی فقیر کے ہاتھ پر اس نے بیعت ہو کہ دنیا کی دولت ہاتھ آجائے۔ مجھے یہ سب کچھ نہیں چاہئے مجھے تو لذت مار کن جلی سے ملا دیں مجھے تو صرف اللہ کی طلب ہے۔ اس پر مودمانے مجھے اپنے سینے سے رگا ر خوب خوب پیار کیا اور دعا دی کہ تمہاری طلب آجی ہے اور تم مرنے سے پہلے اللہ کے دیدار سے ضرور شرف پاپ کے جاؤ گے۔

حضرت علیؑ کا دیدار

1959ء بات ہے۔ حضرت خواجہ عبدالعظیم مصاریفؒ سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے اور شہر میں قیام پزیر تھے ہر شام پیر بھائی اہل سا کٹھے ہوتے اور وعظ و پریم کی مجلس جتیں پستان افروزوں کے ایک صاحب خدمت ساجد ریلوے اسٹیشن کے حلقہ کے بھائیوں سے آپؑ کا ذکر سنا تو کہنے لگے کہ میں بھی قبلہ حضرت سے ملنا چاہتا ہوں۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے بس اگر وہ مجھے حضرت علیؑ کی خدمت میں لے جائیں تو میں اس کام پر ہوا ہوں گا۔ چنانچہ ہی شام وہاں حاضر مجلس ہوئے اور اپنے مدعا عرض کرتے ہوئے یہاں کثیر تعلق شیعہ مسلک سے ہے۔ میں نماز اور تہجد باقاعدگی سے پڑھتا ہوں بڑی مدت سے میری آرزو ہے کہ حضرت علیؑ کے دیدار کی سعادت حاصل فرماں لیکن یہ حسرت پوری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی رہی اور حاضریں مجلس مغلطہ کرتے رہے۔ پھر آپؑ سے پٹنے پٹنے پانی طلب فرمایا۔ آپؑ نے اس میں دو کھوسٹ خوں پانی تر گلاس رکھے۔ اے صاحب کو دیتے دو نے اور شا فرمایا ”لو پانی لو۔ آج“

رات رپارت ہو جائے گی۔“ عشاء کے کافی دیر بعد مجلس برحسب ہوتی ہے سب بھائی چلے گئے۔
اگلے روز حسب معمول شام کو مجلس بھی اور جان صاحب بھی نئے میں لڑے جھومتے جھومتے
تشریف لائے اور یوں گویا ہوئے۔

”میں رات کو بہ خوش خوش سو گیا کہ آج میری مراد حاصل ہو جائے گی۔ حسب معمول تہجہ
کے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے کہا کہ رات کو گدگدائی لگتا ہے ہاں۔ ابھی اٹھ بڑھا دیا ہے۔
میں نے وضو کیا تہجہ پڑھی اور بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے اچانک غلٹی میں نے دیکھا کہ حنت میں ہوں اور
اس میں سرخ رنگ کی ایک بڑی خوبصورت سڑک ہے جس کے دونوں کناروں پر بہت سے
برگ ہاتھ پاءدھے کھڑے ہیں۔ میں نے ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کس لئے
خڑے ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چہرہ تشہید پر سے ہیں اور ہم اس کے
احترام میں کھڑے ہیں۔ یہ سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ مجھے بھی اس کا دیدار کا موقع ہاتھ آ گیا۔
میں ہر رکوب کی قطار سے پیچھے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد
قدموں کی آواز آئی۔ یہ سننا تھا جیسے کون جنرل فوجی پوسٹ پہنچے چل رہا ہو۔ جب آواز
بالکل قریب آئی تو میں نے درخت کی اوٹ سے نکل کر سڑک کی جانب نگاہ اٹھائی۔ میں نے
دیکھا کہ حضرت علیؑ سے ہیں، ورنہ کی دہوں صاحب مام سن اور امام حسینؑ ہیں سڑک کے
کنارے کھڑے تمام برگ تو لگا پڑیں جھٹکے کھڑے تھے لیکن میرے شوق نے بہت بڑھائی تو
میں نے آپ کے رونے مبارک کی طرف نگاہ اٹھانے کی مہم سہ کر لی۔ حضرت علیؑ سے رخ میری
طرف فرمایا، ورنہ اس کا سر اٹھانے۔ مجھے ان کے وامت مبارک نظر آئے تو ایک امانت سے نور کی
ایک شعاع نکل کر میری ہڈی پر آئی کہ میری چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی ”کھٹکھٹائی“ میری
رو در در سے جھٹک رہا تھا، ورنہ جسم پسینے سے شرابور تھا۔ قلب و روح پر ایسا سرور چھایا تھا کہ مجھ سے
سنجیدہ نہیں جا رہا تھا۔ ابھی چھ طبعیت اس نشہ کو بدداشت کر کے کے قابل ہوئی ہے۔ مجھے ب
معلوم ہو گیا ہے کہ اسلام کی حقیقت ہے۔ میں آپ کے سینے کی تعلیم کی صداقت کا قائم ہو گیا
ہوں۔ میں سب کو یہاں لگا کہ حقیقت کیا ہے بلکہ ایسا جا رہی ہوں۔“

تبلکہ حضرت نے تھوڑا سا پانی ہم سے رکھا صاحب کو پیدیا وں کا جوش ذرا کم ہوا اور روحانی

مروقات میں بر داشت ہو گیا۔ ”آپ سے مداف کے طور پر صاحب کفر مای کہ آپ نے تو جنت میں بھی کچھ یا نہ دیا اور عظیم کسے کفر ایوں نے سنا تھا ہمدھ لئے جاتے ہیں لیکن آپ فرما بھی ہا تھا چھوڑا پر ہتے ہیں جیسے کوئی لڑے مرنے کیلئے تیار ہو۔ خالصہ صاحب نے کچھ شیعہ تھے اس لئے بیعت تو نہ ہوئے بلکہ حضرت علی کی زیارت کے بعد یہ کہتے ہوئے بھی سنے گئے کہ اس تو میں حضرت علی سے بیعت ہو گیا ہوں۔ بہر حال قبلہ حضرت سے کبھی کبھار ملتے رہے لیکن سبکی روحانی کیفیت قائم نہ رہ سکیں۔

خز نے کا پتہ

”ایک مرتبہ میں اپنے ایک دشمن دار کے ہاں گیا ہوا تھا۔ سب جانتے تھے کہ میں راہِ فقر کا سالک ہوں۔ میرے ایک عزیز نے بتایا کہ یہاں ایک بڑے اچھے صاحب کشف بزرگ حافظ جی کے نام سے مشہور ہیں چلو اس سے آپ کی ملاقات کروا دیتے ہیں۔ راستے میں میرے عزیز نے مجھے ہدایت دی کہ ایک تو حافظ جی کو سلام نہیں کہنا وہ اس سے بہت چٹتے ہیں۔ دوسرے ان کی چارپائی پر ٹھیک بیٹھنا اور تیسرے اس کے حنفی گویا تھیں لگائے وہ پناہ دے کسی کو پیٹے نہیں دیے۔ میں نے کہا نہ ٹھیک ہے۔ جب ہم اس کے کاشانہ پر پہنچے تو وہاں سو جوان تھے اور ان کی کھڑکی کو تالہ لگا ہوا تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد آگئے تو انہوں نے خود ہی ہمیں السلام علیکم کہا۔ میرا ساتھی بڑا حیران ہوا کہ یہ تو کسی کو سلام کرتے ہی نہیں۔ پھر حافظ جی نے دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا کہ یہاں اس ایک چارپائی سے رخصت سے اور حید سے۔ ہم بھی اندر چلے گئے اور اس کی چارپائی کے سامنے پڑن ہوئی ایک پتھر کی اس پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آؤ اور میرے پاس چارپائی پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں ابھری ٹھیک ہوں۔ چارپائی دے بھی جھلکا سکتی تھی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ چلو آپ کو حنفی پناہوں انہوں نے ہم کو لے کیلئے حنفی تھوڑے تو میں نے اپنے ساتھی کو طلبہ کا رنگ کیا کہ تم حنفی بھراؤ۔ حنفی گویا تو ہم سب مل رہے تھے انہوں نے دیر وقت فرمایا کہ کیسے آ رہا ہوا۔ میں نے کہا کہ صرف آپ سے ملنے آیا ہوں۔ میرے عرب سے عرض کیا کہ جہاں میں نے بیعت کی ہے، وہاں کیسے بزرگ ہیں اس پر حافظ جی نے ان کے روحانی مسند کا شعر پڑھنا

شروع کر دیا اور ایک سام پر کرڑک گئے اور فرمایا "یہ میں آپ کے مرشد۔ یہ تو فوت ہو چکے ہیں
ابھی برگ تھے۔" میرے عزیز نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا کی میرے مرشد تھے اور وہ
فوت ہو گئے ہیں۔

میں نے کہا کہ فریڈ ہاڈلن مجھے ایک فقیر ملے تھا۔ اس پر حافظی فرما لے لگے "وہ فقیر سن
میں بیٹھا تھا جسے ٹائیٹل ملے اور فوجی بوٹ پہن رکھے تھے۔ اسے ہم نے ہی بھیجا تھا۔" میں
نے کہا اسے تو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں تھی۔ اس پر حافظی سے قہقہہ مگانے ہوئے فرمایا۔
فوجی ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

پھر حافظی سے باہر اور فرمایا کہ آپ بھی کچھ پوچھ لیں۔ میں نے کہا پھر کسی جز سے کا پتہ پتا
آیہ۔ انہوں نے فرمایا "خیر" نے کیا ہے جب سے مرضی سے کھانا شروع کروا دیا تمہیں مل
جائے گا۔ اب ہم تھے گاڑی، ہمیں یہ چیز تھی کہ فقیر کی بات کو تو مانجیں چاہیے اور جیسے کہاس پر
عمل نہا چاہئے۔ میں نے ان کی بات کو سکتے ہوئے عرض کیا کہ یہ سے فرما دیل سکتا ہے۔" آپ
کسی خاص جگہ کی نشاندہی فرمائیں۔ انہوں نے کہا اچھا ہم خاص جگہ بتا دیتے ہیں تم ایسا کر فلاح
مند رکے ہوئے دروازے کے نیچے چائیں فٹ کھدائی رہتھیں، انڈیا جے گا۔ میں نے عرض کیا
کہ وہ مند جو ایک جناں پر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس جناں کی کھدائی کیسے ہی ایک فرما دیا ہے۔ یہ
بہت مشکل ہے کوئی سات سو پتہ پتا میں ساہو ب نے فرمایا۔ "چند سو سات سو پتہ پتا دیتے ہیں ہالی
اورٹ تیل کا دہرہ، جو رہن مینس کے سینک اور موتی دانہ میں بھی ہے فرما لے کا پتہ۔"

ہم نے حزانہ بیا دھوڑا تھا لیکن میرے عزیز نے ضرور کوشش کی۔ اس قصیدہ کے ہر کسی تیار
شدہ جتنی کے آدابہ کھنڈرات تھے اس لئے وہاں جا کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں کوئی جگہ
ہائیکورٹ کے نام سے مشہور ہے انہوں نے کہا ہائی کورٹ تو نہیں اسے فلاں ہنڈر کو سب لوگ
قاضی کی جلی کہتے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی ہائی کورٹ ہے۔ اس عدا میں کھو جاتے اسے
ایک بیٹاں نظر آئی جسکی بیٹ کڑی طرح تھی۔ اس سے اس کا مزید حوصلہ ہاتھ دھیر سے نکلا
یعنی عبوری جینس کے سینک ہا صوبہ نے لگا۔ ایک جگہ رہیں سے تھوڑا ہر لگا ہوا ایک سینک نظر
آیا۔ اسے کھو، الو بھیس کی پوری کھ پڑی نکل آئی۔ اس سے چند حزر رہوا اس کے نیچے زمین

کھدائی تو چند فٹ کی گہرائی پر پتھر کی ایک سلا دکھائی دی۔ اسے ہٹایا تو نیچے سے ایک صندوق نکلا۔ اسے کھولا تو اس کے اندر بیسوں کے گلے میں ڈالنے والے چھبکی کسی کے سے ہوئے۔ مرنے والے رنگ برنگے نکلے ہوئے تھے۔ اسے بڑی مایوسی ہوئی۔ وہ چند موبی اللہ کے ساتھ بے آیا اور باقی مرنے والے رنگ لے گئے۔ گھر میں بیٹے ساتویں سے کھیتے رہے۔ ایک برس بیٹے نے پھر مار مار موبی توڑ دیا تو اندر سے خالص سونا نکلا۔ کسی نے سونے کو چھپانے سے لے کر پوچھا کہ پتا کبھی تھا۔ اس کی قسمت میں نہیں تھا تو ہاتھ آیا ہوا قرآن بھی نکل گیا۔

سوانح نگاروں کا ظلم

ایک دن باقی سلسلہ عالیہ توحید قلم حضرت خواجہ عبدالکبیر انصاری نے ارشاد فرمایا کہ ”میر پستی و میر پرستی اور برہمنوں کو مانوقانہ حضرت اسی جیسے میں سوانح نگاروں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اولیائے کرام کے حالات، واقعات کو قلمبند کرنے والے کا مکتور یہاں کے سر یہ ہوتے ہیں اس سے وہ اپنے بزرگوں کی زندگی کا تھیدی کا نرہ بیٹے بیٹے سے اسے صرف عقیدت و نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان سے سرزد ہونے والی کرامات کے قصے خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ کی طرح اللہ انوں کی قیامت کا کہ قلعہ بھی اثر انگیز طریقوں سے تحریر کئے جاتے ہیں۔ جب کوئی قاری اولیاء اللہ کے تذمرات میں مسلسل ایسے واقعات پڑھتا ہے کہ قلب پر رگ کے پاس ایک اعتدال صریح حاضر ہوا تو انہوں نے اس کے لئے دعا کی تو اس کی تیاری ہوئی ہوئی۔ ایک شخص آپا جس کی شادی بیاہ میں سرگرم تھے تھے اس کی وفات سے محروم تھا۔ میر صاحب نے اسے پانی ہم کر کے پلا پلا اس کی بیوی کو سبب مکر کے ہدیہ اس کے والد ہو گئی۔ ایک خاص مجلس میں قلمبند حضرت پر یک لمحہ کیلئے ایسی سبب طاری ہوئی کہ آپ سے پاس بیٹھے سونے اصحاب سے فرمایا ”مناگو کیا، گلے سوا اس وقت جس نے جو پتہ مانجا اسے وہی مل گیا۔ جسے روحانی برکتی مانگی اسے وہی مل گئی اور جس نے پیسہ مانگا وہ چند برسوں میں سر نہ لپٹی۔ ان کی دوسرے دوسرے کو اس کے ذہن میں لازمی طور پر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والے ہر رگ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں وہ سبزی ہونی تقدیر پر مانتے اور جس چاہیں عطا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہر چیز کا

اختیار دے دیتا ہے۔ دوسرے کے بعد بھی اپنے مائے والوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے منصب پر فائز رہتے ہیں۔“

میں یہ نہیں جانتا تھا کہ پر دئے گئے وقت میں گھرت اور چھوٹے ہیں۔ بخدا اس قسم کی کرامات پر رگوں سے صاف ہونی دینی میں بالکل سب سے بھی عجیب تر واقعات کا نظیور ہوتا رہتا ہے اور اللہ والوں کو دعا سے ناممکن قسم کے کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف ایک نر ہے۔ یہ رگوں کی زندگی کے اس جزوی ماحول کی وجہ سے خدا کے یہ غلغلے خود بخود اکٹائی دینے لگتے ہیں۔ سو آج نگاروں نے ان کی زندگی کے صرف ایک پہلو پر روشنی ڈال کر بڑا اطمینان کیا ہے۔ انکس چاہے کتنا کہ ان پر رگوں کی پوری زندگی کا جائزہ دیتے اور سب کچھ جن معجزاتوں اور نیکوئیوں کا سامن کرنا پڑا، ابھی بیان کرتے۔ جو جو عبادت میں وہ بھی لکھتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور انہوں نے جو بہت سی دعا میں کیں اور اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں کیں اس کا بھی ذکر کرتے۔ اس طرح ان کا نہ کر دینا ہمارے والوں پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ اولیائے کرام اپنی روحانی برتری کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہی تھے۔ جہاں اس کی دعا میں قبول ہو میں ورنہ ان سے کرامات کا نظیور ہوا وہاں لگی دعا نہیں اور انتہا میں اللہ تعالیٰ سے نامتکوری فرما۔ اللہ اللہ ہے اور بندہ بندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ متکوری فرما۔ لے ناممکن سے ممکن کام بھی ہو جاتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو اس پر شکار و نہیں چلتا۔ جو دھیری اتنی کرامات ہیں کہ لکھنے پر پتھر تو ایک کتاب بن جائے لیکن ہم نہیں وقت نہیں دیتے۔ ہم تعلیم اور علاقہ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگر علاقہ چھوڑ دے تو روحانی طاقت بھی نصیب سے کیونکہ اس سے انسان ولی الرحمن بننے کی بجائے ولی الشیطان بن جاتا ہے۔ میری دعا اس سے گئی ایک بیمار کو شفا اور اسے اللہ سب کو دل دینے والی۔ شاد رہو۔ اے بڑے کٹر صوفی بن بھینس دودھ دے ہے نہیں دیتی تھی میں نے سے کہا۔ جا رہے تھے کے کان میں کہہ دے کہ انصاری صاحب کہتے ہیں کہ دودھ دے دے۔ تو اس نے فوری طور پر دودھ دینا شروع کر دیا۔ پشاد میں ایک مرتبہ بجلی چلی گئی۔ میں سوچا ہوا تھا لیکن جو پنکھا میرے سے لگا رکھا تھا وہ بدستور چلتا رہا اور میسوں بھی خوب نے دیکھا۔ یہ سب کچھ کون کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔ وہ چاہے چاہتا ہے تب ہی ایسا ہوتا ہے

ہر وقت یہ نہیں ہوتا۔ یہی کرامت کی حقیقت ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ہوئیں اور ہوں گی۔ جب اللہ چاہتا ہے کہ ہر ملک سے کوئی کرامت سرزد ہو تو اس کی طاقت عارضی طور پر اس کے دے دیتا ہے۔

کرامت وغیرہ کی طاقتیں ایسے کی انی طاقتیں نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقرب بندے ہوتے ہیں اور اس کے رے سے فوج اس کو داپہت ملتی ہے۔ اس لئے ہمیں ان کی عزت اور محبت کرنی چاہیے۔ نہ تو ان کو خدا اور مشکل کشا سمجھنا چاہیے اور نہ ہی ان کے متعلق کبھی کوئی برائی دل میں لینی چاہیے۔ میری اپنی زندگی میں کتنی ہی مصیبتیں آئیں لیکن میں کسی کو بھی دیر نہ کر سکا۔ ملازمت کے دوران جب میں شملہ میں تھا تو گھر میں چوری ہو گئی۔ چور سب کچھ لے گئے اور گھر کا حصہ ہو گیا۔ ایک مرتبہ بغیر کسی قصور کے نوکری سے نکال دیا گیا اور مجبور مہیوں کا کاروبار کرنا پڑا اور کچھ عرصہ قیام ایک جنگل میں رہا۔ کئی ایک بنا رہاں لگیں جس میں چھ ایک نے کافی ملال کھینچا۔ اب بھی کئی ساری میں کس کس کا نام لوں۔ اب آخری وقت اور بڑھاپے میں اللہ میاں نے ٹانگ کی لمبی فوڑ دی ہے۔ ایک ہی جواں بیٹا تھا اسے اللہ سے واپس بلالیا۔ عبدالستار صاحب نے میں نے یوں دعا میں کیس۔ اللہ تعالیٰ نہیں مینا۔ لیکن نہیں دیا۔ اللہ حاجی کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ میرے پاس سیب سے نو میں سے دم رکے ایک سیب تنم ستار کو بھیجا کہ اسے کھ لے۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس دیرینہ سے نورے گا۔ اتفاق سے اس کے پاس کوئی مہربان عورت نہ ہوئی تھی اس لیے سیب اسے کھ دیا اور اللہ سے فرزند عطا فرمایا۔ پتا تھا جب اللہ ہی نہ چاہے تو کیا ہو سکتا ہے۔ اس پر کسی کا زور نہیں چلتا وہ جو چاہے رہے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ انگریز ملنگی میں ہر قسم کی مشکلات میں بھی کچھ ہوا اس صرف فی قے نہیں ہے ان کا مجھے انتظار ہی رہا۔ یہ سے زندگی کا ہر سراج جو سوانح نگار کو کچھ پیسے کراپنے قارئین کو ضرور دکھائیں تا کہ وہ جانتے کہ اہل علم کے کام میں ہر حال میں اپنے عقلمند کے باوجود بھی اللہ صاحب کے بندے ہی تھے اور بندے کا کام ہے کہ ہر حال میں اپنے آقا سے خوش رہے اور کبھی بھی حرف شکایت اپنی زبان پر نہ لائے۔“

خواجہ کا خصوصی خط

سہ لکین سینے مار رہا نسخہ

(بنام صغریٰ صاحب 180 191)

جو لوگ کہنا پوری طرح جانتے ہیں اور متالی ہاتھ پر عمل کرتے ہیں ہمیشہ یہ دنیا میں مرتبہ رہتے ہیں جو شکاکتوں کرتے رہتے ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے وہ یہاں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور یہاں بھی اٹھاتے ہیں۔ ہر جگہ صاحب پر خاص توجہ کرنا۔ مگر اس کو خوب سمجھیں کہ اللہ کا مٹا کسی محبوب محاری کا مٹا نہیں ہے۔ مدد چاہا اس کے گھر کے چھڑکانے اور کچھ دیر یہ خرچ کیا اور دیکھا حاصل ہو گیا۔ وہ تو اگر عمر بھر بھی نہ ملے اور مرتے وقت ایک جھلک نظر آجائے تو بھی بہت سستا ہوا ہے کیونکہ اس کے بعد اسے طالب کا حشر اللہ کی گود کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔ جس کی خاص بہت اٹھائے سے کچھ دیکھ لیں کریں کہنے کے مطابق عمل کرتے رہیں۔ خلاق کا تزکیہ کریں۔ غصہ، نفرت سے بے کویا کریں اور تیل الیہ تبیل پوپا عمل کریں۔

ایک محترمہ صاحب کو بلایا ہوا ہے۔ آپ گھر کو خوب صاف کرتے ہیں۔ کوزے کرکٹ، مبل مٹی اور گروہ سے گھر کو پاک کرتے ہیں سفید کر دیتے ہیں۔ پھر جاتے ہیں۔ اللہ کا گھر فٹ کا دس ہے۔ لہذا صابن تک دل کو اس کے شریف لانے کے قابل نہیں بناؤ گے وہ سب سے مٹی میں گئے اور دل سبیل مٹی و رکوزا کرکٹ کی غم، غصہ، ہیبت، غرور و حسد غرت، بد کوئی، بد نظمی وغیرہ جیسے باتیں ہیں۔ ان سب کوئی کرے اور دروغ بات کی سفیدی اس میں کراؤا خلاق حسد کے پھولوں (جس میں محبت اور صداقت سب سے اچھے پھول ہیں) سے اسے سجاؤ۔ پھر دیکھو کہ وہ کیسے جلوہ آرائش ہوتے۔ میری تمام حلقے والوں کو پہلی نصیحت ہی یہ ہوتی ہے کہ اپنا اخلاق رسول اللہ ﷺ جیسا بناؤ۔ یہاں شریک ہو۔ حرکات و سکنات سب سے محبت ہو۔ حق پر قائم رہو۔ یہی نامداد بھائی سے اور حق کا جواب دہی سے وہ خدمت کرنا کا نام نہیں اور نہ بہت اور نہ دگی سے قلب میں لکھ کر گئی ہو، جذب ہو، کشف ہوتا ہو، کرامت نمود ہوتی ہو اس اگر اخلاق اچھے نہیں تو یہ سب محض

شیطان یا تمس میں۔ احادیث اچھا ہوتو یہی رہائی صفا ہے۔

ت سے کہیں۔ اپنی کیفیات کا رنگ مجھے دکھتے رہیں! بدایات پر عمل کرتے ہیں۔ دنیا کے کام اور منہجی پیچیدہ ایمانداری، خوشی، خوشی اور خوشی اسے بی سے اچھا ہے۔ ہر وقت اللہ کو یاد رکھیں و اس سے محبت بڑھاتے رہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو کا دریا تقدیر بنانے اور بگاڑنے والا نہ ہو۔ عزت اسے سب پر رکوں کی کریں۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ یہ خطا سب کو بھی ہو رہی ہے۔ آپ کے دنیا کے کام بھی انشاء اللہ رفتہ رفتہ سب درست ہو جائیں گے۔ دنیا کے خیالات کو اللہ کی یاد پر ہرگز غائب نہ آنے دیتا۔

دُعائے مغفرت

آدکے جیمہ کے بھائی جاوید بیٹ (خادم حلقہ) کے
والد صاحب قضا نے ابی سے وفات پا گئے ہیں۔
سردار غلام قادر آف رہاڑ (ماسہرہ) کے پیر بھائی
انتقال کر گئے ہیں۔
قبلہ عہد اکیم انصاریؒ کے نواسے جناب مسرور الحسن
صاحب (کراچی) قضا نے الہی سے انتقال کر گئے ہیں۔
تمام بھائیوں سے دُعا ہے مغفرت کی اپیل ہے۔

خواجہ عبدالکیم انصاریؒ کے خطوط

خالد مسعود قادری

اخلاق و شرافت کا نام فقر ہے

(نام محمد کاظم صاحب 1/64، 115)

”موسس عارف صاحب کو میری طرف سے کہہ ایں کہ ہمارے حلقہ میں کسی فقیر و غیر وکیلے کو سزا نہیں دیں ورنہ سزا کیلئے اچھا نہ ہوگا۔ وہ تو فقر کو اپنا جانے میں سہر حال اب جو صاحب گئے ہیں یہ سزا دہائی میں تو ان سے بد اخلاقی سے پیش کرنا بھی برا ہے۔ یہ لوگ فقیر ہی سے واقف ہیں نہ وہ بے سوک سے۔ فقر تو سراسر اخلاق ہے۔ یہ لوگ اخلاق کی الف، ب، تے بھی نہیں جانتے۔ دستور اخلاق میں کہاں چار ہے نہ کسی مجلس میں بغیر بلے چلے جاؤ۔ اگر چلے بھی جاؤ تو وہاں جا رہائی طاقت اور علم کا مظاہرہ نہ۔ یہ نہایت ہی جاہل اور حقوق کا کام ہے۔ یہ سزا نہیں ہونا چاہئے اور عارف صاحب سے تو میں اس بات پر بہت ناراض ہوں۔ ان سے ہم دینا اور دل چاہتے ہیں خط بھی پڑھنا۔ میں لوگوں کو اخلاق محمدی ﷺ سکھاتا ہوں اور یہی ہی فتنہ گار ہیں۔ آپ اس ملک کو صبح رو دیں نہ ہمارے ہاں صبح نہ رہا اس سے ہمارے حلقہ کی تنہیدگی اور ختمات میں فرق پڑے گا۔ لاییت میں شرافت کا پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جو شریف نہ ہو وہ دن اٹھ کسے نہ کہتا ہے۔ رہ جان طاقت کا پیدا ہونا دلایت نہیں ہے یہ تو کاغذ میں بھی پیدا ہو جان ہے جب تک شرافت نہ ہو، وہ بے سوک و آداب مجلس نہ آتے ہوں۔ اخلاق برا ہوں اور خوب کا پتہ نہ ہو یعنی جب تک شرافت کی تکمیل نہ ہو وہ لاییت کی چو کھٹ تک بھی آوی نہیں پہنچتا۔ یہ سب جاہل لوگ ہیں۔ آپ کو ان سے ڈرنے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔“

”شریفوں میں طاقت جاتی ہے یا اختیار مل جاتا ہے تو وہ ہر وہ کو نقص نہیں پہنچاتے۔ تنگ نہیں کرتے بلکہ خدمت و تعمیر میں مصروف رہتے ہیں۔ کینوں کو طاقت مل جاتی ہے تو وہ لوگوں

کو دکھانے، سننے، مٹانے اور ستانے پھرتے ہیں۔ دوستوں کو سلام و محبت کے بعد کہہ دیں کہ روحانی طاقت بلند کرنے کے لیے غلط بلکہ ضروری ہے اس کا خیال رکھیں۔“

خوشی و بد اخلاق کے متعلق بے میزی و خوش خلقی

(ہمام اکبر مغل صاحب 30/11/71)

”اخلاق کہ بہتر بنائے کیسے میں نے طریقت و حیدریت میں لکھ دیا ہے آپ پڑھنے کیوں نہیں یہ قصہ اور نغز کو لکھ لی کر دے، اور سب سے محبت کرو اور جو کام کرو حق کرو۔ جو کوئی آپ کے ساتھ بددلی یا بدنی سرسید بد خلق سے خوش آنے اس کے ساتھ اتنی ہی زیادہ مزی، خوش خلقی اور نیکی سے خوش ہو۔“

اخلاق پر زور

(ہمام محمد تقی صاحب 12/12/71)

”اس میں کوئی شک نہیں کہ فتح ہمیشہ انہی کی ہوتی ہے جن کا اخلاق و مقابل سے اچھا ہو اسی لئے روحانی طاقت کے مقابلہ میں اخلاق پر زیادہ زور دینا ہوتا ہے۔ ورنہ بد اخلاق آدمی میں کتنی ہی روحانی طاقت آجائے وہ دنیا کو نقصان ہی پہنچاتا ہے فائدہ نہیں پہنچاتا۔ آپ بھی سب بھائیوں کو گاہنگا و اخلاق سدھانے کی تعلیم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیسے بھی منیا کریں۔“

ایثار و محبت

(ہمام محمد صدیق دار صاحب 18/3/63)

احمد حقیر کا یہ کہنا۔ ایک صریح گمراہ کن راستہ پر چلنے والے اتنا ایثار کرتے ہیں (آمدنی کا 10%) کہ جس کی مثال مسلمانوں کی جماعت میں نہیں ملتی اور عیسائی تو یہی عیسیم ایثار و محبت۔ آپ کو چاہئے کہ حلقہ سر کے بعد مل حلقہ و نیکی ہی، تو ساری تبلیغ کیا کریں۔ کراہتیں نہیں اللہ کا قرب

(ہمام محمد صدیق دار صاحب 19/3/66)

میری زراعتیں تو مر رہی ہیں۔ کتاب میں لکھی جائیں تو کئی صفحات کی کتاب بن

جائے۔ مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا اور میرے حلقہ والے بھی جو یہ کرامات دیکھتے ہیں زیادہ سچ و
 نہیں کرتے۔ لائی (1985ء پاک بھارت جنگ) کے دوران شیعوں کے خدا نے کہ ہم نے
 آپ کو اپنے پاس دیکھا۔ آپ سے ہماری مدد دینی وغیرہ۔ انہی منگواؤں سے ایک صاحب مذہب احمد
 جے نے تھے صرف یہ بتانے کا کہ میں بلی گھر میں پیر واز رہوں میں نے غلطی سے نیکے تاروں پر
 لی جس میں 440 دولت کی بجلی روڑ رہی تھی۔ تار چڑھتے ہی جو محسوس ہوا تو زور سے پکار
 ”انفاری صاحب“ اور فوراً سارے کارخانے کی بجلی بند ہو گئی اور میرا ہاتھ چھٹ گیا۔ یہ سب
 مضمون باتیں ہیں۔ ہمارا حلقہ تو اصلاً رتبہ اور خدا کا قرب حاصل کرنے کیلئے بناوا گیا ہے
 کراشیں دکھائے ہیں۔“

قبولیت اللہ کے ہاتھ میں ہے

(بنام محمد و مریح حسین 12-64-26)

”آپ مجھ سے ملو قسم کی توقعات رکھتے ہیں۔ مجھ کو نہ علم غیب سے نہ اللہ کے ثمرات کی
 کتابیں میرے ہاتھ میں ہیں۔ نہ میں اپنا بھلا کر سکتا ہوں نہ کسی دوسرے کا۔ صرف پھر ہوں۔
 جو کوئی اللہ اللہ سلطنت چاہے اسے سچ دے دیتا ہوں۔ وہاں کرے تو اس کی ترقی ہو جاتی ہے۔
 نہ یہ میں کہہ سکتا ہوں نہ دیکھ سکتا ہوں سو وہ میں کرتا رہتا ہوں۔ قہریت اللہ کے ہاتھ میں
 ہے میں اللہ کو پھر نہیں کر سکتا۔“

گیا رہو میں شریف

(بنام محمد قاسم صاحب 27-2-84)

”محمد اکرم صاحب کے کتا میں روپے آپ سے لے لئے اچھا کیا۔ انکار کرنا بھی اخلاق نہ
 تھا۔ وہ دینا دے دیں وہاں انکا توبہ ہوگا۔ یہ آپ دیکھ لیں میں گیا رہوں گے
 خلاف تو نہیں ہوں لیکن یہ لوگ جو عقیدہ حضرت غوث الاعظم سے رکھتے ہیں اور اس نیت سے
 گیا رہوں گے میں اس کے خلاف ہوں۔ گیا رہو یہ تاریخ کی شخصیت کے بھی خلاف ہوں۔“

(نام محمد کاسم صاحب 65-143)

”پھر بھی موت کا وقت کسے معلوم ہوتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں خدا جانتے کس وقت بلوے آ جائے میں ہر بھی جاؤں تو آپ کا سلوک تو کھل ہو کر رہے گا۔ کوئی میرے ہاتھ میں نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا اپنا انتظام ہے۔ جیسے ہر ایک کا روزی مقرر کیا ہوا ہے ایسے ہی ہر ایک کا حال ترقی مقرر کی ہوئی ہے۔ آپ کیلئے جو کچھ ہے مل کر رہے گا۔“

مصائب و تکالیف

(نام محمد ریاض حسین صاحب 62-132)

”کیا بات ہے آپ کو اس قسم کی تکالیف پہنچتی رہتی ہیں۔ غور کریں آپ کو اندر وغیرہ کب پڑھتے یا خیرات دینے نہیں دیتے۔ جو کچھ اپنی مائی میں سے حیرات نکال دیتے ہیں ان کو مالی تکالیف نہیں ہوا کرتی۔“

(نام محمد کاسم صاحب 62-191)

”آپ کبھی غور کریں کہ آپ کوئی کام تو نہیں کرتے جس سے رزق کم ہوتا ہے۔ اگر آپ نماز نہیں پڑھتے تو پھر تنگی رزق کی شکایت فضول ہے کیونکہ جو اللہ کا پاس اللہ اس کو دے دے اور شریف اور غریب نہیں پڑھتا اس پر ہمیشہ رزق کی تنگی رہتی ہے۔“

(نام محمد ریاض حسین صاحب 62-252)

”اگر آپ غور کریں تو پریشانیوں 10 فیصدی قدر رت کی طرف سے ہوتی ہیں اور 90 فیصدی اس پر خود پنے آپ پیدا ہوتا ہے۔ غلط انداز صرف یہ ہے کہ اس پریشانیوں کے متاثر شدہ پریشانی سے۔ داشت کرے اور مستعد کیلئے ہجرت حاصل کرے تو یہ کرے اور ایسے کام نہ کرے کہ سے پریشانیوں پیدا ہوں۔ ہوتی رہیں۔ پریشانیوں جو قدر ہوتی ہے تو اس پر جو کچھ اختیار نہیں اس لئے وہ بھی ختم ہوجاتی ہے۔ پر داشت کرنی چاہیں بلکہ ان پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ سے مجھ کو اس کا مال کبھی کہ آئے ہوگا۔ رہا میں۔ انہیں ہوتی بلکہ ٹریفک اور تربیت کیلئے ہو

کرتی ہے اور ان کی ہوتی ہے جن کو قی و رے مقصود ہوتی ہے۔“

(بنام محمد قاسم صاحب 1-63 12)

آپ کی پریشانیوں کا حال پڑھ رہا بہت دکھ ہوا۔ لیکن اس طرح کبھی میں اپنی پریشانیوں
رمالدار صاحب سے بیان کرتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے۔ بہت ہنستے تھے کبھی انہوں نے
یہ دعا نہ کی کہ اللہ یہ پریشانیوں کو دور کرے۔ نہیں میں آپ کیسے دعا کرتا رہتا ہوں کہ اللہ یہ
پریشانیوں کو دور کرے اور سختوں سے نوازے۔ آپ یہ غور کریں کہ کوئی کام حلقہ کے کئی ائمہ یا اللہ کے
حکم کے خلاف تو نہیں کر رہے۔ آپ! آپ کی دیکھیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہو تو اس کو دور کریں۔
وہ سرے جہاں تک ہو اور دشمن بہت پڑھا کریں۔ آپ بھی اور زیادہ شیخ بھی۔“

(بنام محمد صدیق 1-63 18)

”جو اپنی فرض ادا کرتے ہیں اس کی آزمائش اللہ نہیں کرتا۔ آزمائش کا مطلب یہ ہرگز نہیں
ہے کہ اللہ جتنا چاہتا ہے کہ یہ آدمی فلاں کام کا مالک ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ تو عام عیب سے سب
کو چھ چماتا ہے۔ آزمائش کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ آدمی خود صاحب چلے کہ میں تو اپنے آپ کو بڑے
کمال جانتا تھا، لیکن جب امتحان ہوا تو معلوم ہوا کہ میں تو کچھ بھی نہیں۔ اس امر کا مقصد یہ آزمائش سے
ٹریٹمنٹ ہوتا ہے کہ انسان میں دو خوبیوں پیدا ہو جائیں جو بڑے بڑے کام کرنے کے لئے بڑے
”دی میں ہوتی ہیں۔ مثلاً قوت برداشت کے بغیر انسان دو قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔
وہ صاحب کی روح

(بنام عالمگیر صاحب 1-71 25)

”ہمارے بھائی نے جس آدمی محمد الیاس کی بات لکھی ہے وہ تو پانگل ہے۔ ایک بچے کے
رہنے والا صاحب کی راج کو بلاتا ہے اور اس بچے سے باتیں چوچھ کر بتاتا ہے اور بتاتے کہ وہ
صاحب کو اللہ کے ہم علم عیب تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارا یہ بھائی ایسی باتوں پر یقین کر بیٹھا ہے اور
اس آدمی سے فیض اٹھانا چاہتا ہے۔“

روح کا مقام

(بنا محمد مرتضیٰ صاحب 63-2-6)

”روح کا مقام انسانی جسم میں دوغ کا بیطن اول ہے۔ وہ ایک پلپ کی صورت میں اس کی شعاع کا آخری سر قائم ہوتا ہے۔ ہوائی جسم میں اس کی روٹھی ہوتی ہے۔ اس لئے ماسٹ جب تک باقی رہے اس باقی رہتی ہے چاہے کون عضو کٹ جائے۔ اگر سر کٹ جائے تو دوغ الگ ہو جاتا ہے اور بدن مر جاتا ہے مگر دوغ شصائی سال تک کام کرتا رہتا ہے۔ مگر عرصہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا خضار نہیں رہ سکتا۔“

سیلابی اور مقامی روح

(بنا محمد صدیق دار صاحب 63-1-25)

”قرآن کریم میں جو سورے میں روح قبض کرینے کا بیان ہے وہ استعارات بیان ہوا ہے۔ یہی حقیقت خواب میں رہدہی رہتا ہے صرف حواس و حشاکا نہ مر جاتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت وہ بھی نہیں مرتے۔ کیونکہ آدمی جو خواب بھٹتا ہے اس میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے فیئ کہوت سے تھپیہ دی گئی ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ روح ایک ہی ہے سیلابی اور مقامی والا خال خدا ہے۔ شاہ ولی اللہ علیہ السلام یا کوئی اور۔ باقی اعمال کا لکھا جانا تو وہ پہلے انسان کے دماغ میں اور پھر معنوی طور پر اس کی روح میں ہی لکھے جاتے ہیں۔ یعنی ان کا اثر موت قبول کر رہی ہے۔ قرآن میں ہے کہ انسان کے مرے اعمال نیکین اور نیک اعمال عیون میں ہیں۔ نیکین اور عیون کیا اور کہاں ہیں یہ ساقط ہے کبھی نہ ہی پوچھ لیا۔“

تو چاہو نہ ز

(بنا محمد صدیق دار صاحب 66-3-14)

”لوگوں کو تو ہمارے اہمیت کرتے رہیں۔ اہل مروت جانتے بہت خراب ہیں۔ لیکن۔“

سے فضل نہ جتے نہیں لگتی بار

نہ ہو اس سے مایوس امیدوار

ایک درگیر و جہم گیر

(ایم محمد غوث صاحب 151-125)

”جتنے بھی پرگہ گر رہے ہیں انکی ہمدگے میں کہ ”ایک درگیر و جہم گیر“ جتنی ایک علی کاہور رہنا چاہئے اور جب اس سے پیسہ لہرائے اور پھر طلب سے زیادہ مل سکے تو دوسرے سے دیر چاہئے۔ فیصل کے قتل پر گہ ہوتے پر کوئی خالص موعود ہونا سے مترشح کا پبد نہیں ہونا۔ کوئی شرعی پابندی کے ساتھ موعود ہونا ہے کوئی بہت پرست ہوتا ہے جتنی سب چیزیں فقیروں لوص میں رہے رکھتے ہیں۔ کوئی اللہ کے رسول سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ کون علاق میں ٹائل ہوتا ہے۔ کوئی اخلاق کا گندہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہر دوسرے میں لینا چھٹی بات نہیں۔ اس میں ”کلی“ کتب کا بھی نہیں رہنا۔ میں نے آپ کا خط آنے سے پہلے ہی تجو کو لکھ دیا تھا کہ یہ اچھا نہیں ہے باقی اس کی مرضی۔ خورنے پانی اس عادت سے بہت نقصان اٹھاتا ہے اور ابھی اور اٹھائے گا۔ میں تو اس لوگوں سے شک آگیا ہوں۔ اب اللہ ہی اس کو ہدایت کرے۔ میرا کہنا تو یہ لوگ دانتے نہیں۔“

دو کشتیوں میں سفر

(ایم محمد صدیق ڈار صاحب 64-172)

”میں نے ماسٹر ذریعہ صاحب کے دوست رشید صاحب کو لکھ دیا ہے کہ وہ اشتیاق میں پاون رکھ کر دین کا سرسے والہ ہمیشہ دیتا ہے۔ اب وہ جانیں اور اس کا کام۔ سید گل بات یہ ہے کہ وہ اعلیٰ بیس فتح بر کے ہمارے علاقہ میں شہر ہو جائیں۔ میں تو اس کے پیچھے دوسری جگہ اچھا رہتا تو کبھی بھی یہیں گے۔ کون اچھا رہتا وہ دیکھتا ہے۔“

اللہ اللہ کرنے سے پہلے

(ایم محمد غوث صاحب 1956-111)

(1) نماز پانچ وقت اطمینان سے پڑھیں۔ (2) اپنا روزہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کریں اگر عربی نہ آتی ہو تو صرف ترجمہ پڑھیں (3) چلتے پھرتے ہر وقت دو شریف ”صلی اللہ علیک یا محمد“ پڑھتے رہا کریں اور ہر صورت میں (4) جھوٹ نہ بولیں (5) ختمہ کسی حالت میں نہ پڑھیں۔ (6) غلبہ بول سے بچیں۔

اللہ اللہ کرنے کا طریقہ

(پنامغوث محمد صاحب 1958 24-2)

”اب آپ یہ سرائے کہ ہر ماس سے اللہ اللہ کہا کریں۔ جو سانس اُٹھ جائے اس سے بھی ”اللہ“ اور جو باہر گئے اس سے بھی ”اللہ“۔ یہ بات سے کبھی دل سے نہیں اڑے گا۔ اس سے سستی نہیں پڑے گی۔ یعنی اللہ کے بعد ”یا اللہ اللہ“ کا ذکر کیا کریں۔ چاہے ہندو دار سے چاہے ہستہ اور ہر وقت اللہ کو یاد رکھنے کی کوشش کریں۔ کام باقی میں اور کسی سے باتیں کرے ہوئے اگر اللہ اللہ سانس سے نہ ہو تو بھوک نہیں مگر خالی وقت میں کوشش کریں کہ کافی سانس پادھند سے خالی نہ جائے۔ ہر ماس کے ساتھ اللہ اللہ کہتے ہو پس اس اور ”یا اللہ اللہ“ کے ذکر کو پیش رو بناتے ہیں۔“

تذکرہ سقز و سقز کاظمی

(پنجم غزوے کے محرر صاحب 24/2/1956ء)

[illegible]

(بنا مکمل قائم صاحب 1960 17)

”اے میرے ساتھی! جو کام اُس نے چاہا وہ یہ ہے“

☆ غنیمتکم آمد اور وقتہ رفتہ پا اکل ختم کر دو۔

☆ نعرہ کسی سے نہ کرو۔

☆ یاد رکھو کہ جو ہر قسم آپ کی مرضی کے خلاف آپ کا پیش رفتی ہیں اور جس کو آپ

مصیبت کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا دشمن نہیں ہے بلکہ یہ مصیبتیں
ال کریم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کے لیے ہیں۔

☆ چوتھی چیز یہ ہمیشہ خوش رہ کر۔

☆ یہ سب سے بڑی اور محبت سے خوش آؤ

☆ سستی یا لکھ نہ کرو۔ خوب خوش سے عمل رہو۔ فی الحال یہی باتیں کافی ہیں۔
کونشن کیلئے چندہ

(نام محمد قاسم صاحب 1983-6-16)

”میں سے فیصلہ کیا ہے کہ کونشن کیلئے جو علاقہ چھوڑنا ہے وہ چھوڑ دیا جائے۔ جو چھوڑنا ہو
گھر کھڑکھڑی کیلئے میں محمد علی صاحب کو دے دیا جائے گا اور جوگی رہ جائے وہ محمد علی صاحب
ہاں اشت کر میں گئے۔ اس طرح اس پر پورا رہا۔ پڑھنا جیسے نہ پچھلے سال پڑھا تھا۔ اس تجویز پر
(Serously) غور کر کے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔“

یہ مصیبت نہیں کہہ داتی

(نام محمد صدیق ڈار صاحب 1962-12-1)

”آپ سے ہٹ صاحب کی بات جو کچھ ہے درست ہے۔ یہ غیبت نہیں ہونی کیونکہ علاقہ
کے انہی رجن کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے کہ آپ اس قسم کی باتیں نہ کہیں جو ہمارے علاقہ کے
قائد کے خلاف ہو ہو کوئی بھی کرے مجھے ضرور بتائیں۔ اور نہ آپ اپنے فرض میں کوتاہی کریں
گئے۔ میں ہٹ صاحب کو سچ ہی چھ لکھ رہا ہوں۔“

قدرت کی طرف سے سزا

(نام محمد صدیق ڈار صاحب 1962-2-25)

”ریاض صاحب سے کہہ دیجئے کہ علاقہ میں رہنا ہے تو اس قسم کی حرکتیں نہ کریں۔ رشتہ دہائی
طرف سے سزا ملے گی۔“

طلب صدق یا سوڈا انز کا اُبال

(ہمام اکبر نعل 1971 2 11)

”میں اس طرح بیعت نہیں کیا کرتا۔ پہلے آپ طالب ہیں۔ اراہ، اذکار اور دیگر تعلیم جو طریقت توحید میں لکھی ہوئی ہے پورا کرنا چاہئے۔ پس وہ عمل کر کے دیکھ لیں تا کہ مجھے معلوم ہو کہ آپ کی طلب کتنی ہے۔ سوڈا انز کا اُبال نہیں ہے۔ پھر جب آپ کے دس میں نہ حاجت پید ہو جائے گی تو میں خوشی بیعت کروں گا۔ یہ آپ پر منحصر ہے۔ کتنا عرصہ لگتا ہے۔“

ہمارے پاس ذکر کا طریقہ

(جامعہ قاسم 1960 7 9)

”ہم تو طریقہ ہی ایسا بتاتے ہیں جس سے دنیوی کاموں میں بالکل فرق اور حرج و مرج نہیں ہوتا۔ یہی چاہئے کہ کھٹے میں جتنا وقت خالی ملے اس میں اللہ اللہ کہیں۔ اور کسی ایک ماہ کے بعد ایک بار تسبیح ”اللہ اللہ“ کے رزق کر لیا کریں۔ کچھ میں نہیں تاکہ اس میں دنیوی کاموں کی طرح رکاوٹ نہ مل سکے۔ جو چاہتا ہے کر لے۔ اور جو نہیں چاہتا اس کیلئے جیلے ہزاروں میں یہ بہت اونچی ذکر ہے

(جامعہ مرتضیٰ 1970 7 26)

”اس ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے معمول کے نصاب کی اشاعت کے ذکر کی طرح ”اللہ“ کہہ کر ”اللہ“ کی ضرب قلب پر لگائیں۔ پھر ”اللہ“ نہ کہیں ”سبحان اللہ“ نہ کہیں کہ ضرب دہائی طرف چھاتی ہے وہ نکل نیچے طیفہ حاج کے مقام پر لگائیں۔ پھر تیسری ضرب ”اللہ“ کی فوراً ہی بغیر ”اللہ“ کہے قلب پر (بائیں جانب) لگائیں۔ اس کے بعد پھر ”اللہ“ سے شروع کریں اور پہلے ”اللہ“ کی ضرب دہائی پر لگائیں۔ پھر تیسری ضرب ”اللہ“ کہتے وقت اللہ کی تمام صفات کا خواص سمجھیں۔ یعنی اس ذات کا جس میں وہ حق نہیں۔ یہ بہت اونچی درجہ اور ذات سے تعلق پیدا کرے کیلئے کیا جاتا ہے۔“

تہجد اور ذکر کے بارے میں ہدایات

1۔ تہجد

☆۔ (بنام غوث محمد صاحب 24/2/1956)

تہجد میں سارے دن کی قوت کی پانچ وقت کی ماری کافی ہے۔

☆۔ (بنام محمد صدیق رضا صاحب 4/12/1959)

تہجد ہو سکتا پڑھ لیا کریں۔ نہ تو فکر نہ کریں۔ بہت وقت پڑا ہے۔

☆۔ (بنام غوث محمد صاحب 4/1/1956)

ذکر تہجد کی نماز کے بعد ہمت ہے۔ اس وقت یا رو۔ ذکر تہجد کے بعد ادا کرنا۔

2۔ ذکر

☆۔ (بنام محمد صدیق رضا صاحب 4/11/1959)

جو ذکر پائے انھیں اور نئی اشک کا کچھ بتایا گیا ہے اس پر پوری طرح عامل رہیں۔ علاوہ ازیں قصہ اور فقرات کی غی رنے کی کوشش میں لگے رہیں۔ ایک بار دنیا کے تمام غم و افسوس کے ناثرات سے دل کو متاثر نہ ہونے میں۔ مطلب یہ ہے کہ اس باتوں کی کوشش کرتے رہیں۔ کہیں باتیں دو چار دن میں نہیں ہو جائیں۔ سوچ لگ جائے ہیں۔ صاحب پر خوش رہنا۔ لکھو ماضی کو بھولنا۔ جاؤ اور مستقبل کی بہتری میں لگنا۔ رہو۔ قوت برداشت یعنی صبر کی قوت کہ برابر بڑھاتے رہو۔ ر کے بارے میں وقت ملے تو سارا ذکر تہجد وغیرہ بھی پڑھ لیا کریں۔

☆۔ (بنام جمیل اختر صاحب 12/6/1972)

عمل نما نہیں ہوتی تو جیسی ہو کرتے رہو۔ فقی کی مشق کا خاص طریقہ یہ ہے کہ رات کو جب سوئے لگے تو دعا کو ہر خیال سے خالی رکھے سوا پانچ۔ رفتہ رفتہ کمال غی کی حالت پڑ جائے گی۔

☆۔ (بنام امیر رضا صاحب 26/10/1971)

ذکر وغیرہ نماز کو اپنی عادت بنانا۔ یہ تو مرتے وقت تک کا مشغل ہے عارضی شے نہیں ہے

☆۔ (بنام محمد شمس الدین صاحب 4/1/1958)

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ چتے پڑتے اللہ کو یاد رکھنے کی کوشش کرو۔

☆۔ (بنام محمد امجد علی صاحب 12/2/1962)

دماغ میں حلقہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ لوگوں کا تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے اپنے اکیسے اکیلے چٹنا دیا وہ کر کوئی کرے گا اتنا ہی اجر اور فیض حاصل کرے گا۔

☆۔ (بنام محمد صدیق ڈیر صاحب 4/12/1959)

حلقہ کرنے میں گرل کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے تو بند کرویں یا کسی اور مناسب جگہ سر ہا کریں ورنہ بوجہ روتے رہیں۔ بجلی کا پتھلا لگایا کریں۔ ہم بھی بند کر کے میں کرتے ہیں۔

☆۔ (بنام محمد مرتضیٰ صاحب 26/9/1965)

اگر ذکر کرنے سے تکلیف ہو یا بے ہوشی طاری ہونے لگے تو جذبہ ناقابل برداشت ہو جائے تو درہند رکے درویش پیرا ہستہ نیاں میں پڑھنا چاہیے۔ ورنہ جب تک حواس قائم رہیں اور مزہ تارے ذکر جاری رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ہر کام قابل برداشت حد تک کرنا چاہیے۔ جس کام سے عقل سب ہونے کا خطرہ ہو ایسی خوفناک چیزیں نہ کرنا چاہیے۔

☆۔ (بنام محمد قاسم صاحب 19/9/1960)

اے اللہ اللہ رستے رہیں یہی بھی ہوتی ہے۔ سزاؤں کی رسائی و عید کی یاد دہانی نہ کریں۔

خواجہ عبدالکیم انصاریؒ معاصرین کی نظر میں

(1)

ایک وہ مند صاحبِ دل و رائل جس و محبت انسان تقریباً نصف صدی سے رہا فکر و عمل میں مشغول ہے نہ ملت اسلامیہ کی تعمیر نو کا مسئلہ محکم بنیاد پر استوار کیا گیا ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ یہ شواہد کام تو حیدر و محبت ہی کے وسیع پائے تکمیل کو پہنچا سکتا ہے۔ اس کا نام راجی عبدالکیم انصاریؒ ہے۔ ہر تحریکِ مسند نو حیدر کے بانی ہیں۔ اس کا مقصود فکر اپنے ”ال“ کی دیہ سے جو محض حسن و رحمت ہے۔ محبت میں جب احسان شامل ہو جاتا ہے تو سے رحمت سے تعمیر کرتے ہیں۔ ان طرح اس کی زندگی کا مقصد اپنے ”ل“ (معبود و محبوب اور مطلوب مقصود) کو رب تعالیٰ میں (یعنی جو تمام جہانوں کی حقوقات و شرف نہ رنے و اتقا) کے بندوں کے دلوں میں عدل و انصاف اور ایثار و قربانی کے سوتے پھوٹے اور مزید حیات ان کی کبیر سریش و اب کرتے ہیں خواجہ صاحب کو کسی لئے میں ”ائل حسن و محبت“ کہتا ہوں اور ان کے مسلک اور مشن دونوں لائقِ قدر اور قابلِ تقلید سمجھتا ہوں۔ اس شخص اور حال کے رہنے میں اہل علم اور صاحبِ صفت انسان کہاں کہتے ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جو محض ”دعا سے دوست“ کی خاطر، اُس کے بندوں کو اُس کے رنگ میں رنگنے کیلئے اپنی زندگی وقف کر دیں؟ ایک مدت سے میری ”رہرو تھی نہ میں“ کہتا ہوں، ایسے انسان کو جس کا دل حسن و محبت اور دھرم سے معمور ہو رہا ہے۔

بقول علامہ اقبالؒ

عمر و دورِ لعب و بیتِ خانہ می ماند حیات

نازِ برمِ عشقِ یک نامانے رز آید بدو

مجھے بھی ایسے ہی ”انسان“ کی طلب ہے، جو توحش جس کی تلاش دانا ہے رازِ مودمانے مودم کو توحش اور جس کی آرزوئے دید کا نگہار نہیں نے اس طرح کیا ہے۔

دی شیخ یا چراغِ بھی گشتِ گردِ شہر

ز دام و دوطوم و انانم آرزو سست

گفتیم ۔ یا نت کی نشو و نشوہ ایم ما

گفت آنکہ یا نت می نشوہ آنم آرزو ست

”نظر دہن بھی“ یا کہ میں نے وہ انسان“ خواجہ نصاری صاحب کی صورت میں دیکھ لیا۔

لہذا اس کی ہا میں بہت لٹیشن ہیں۔ دل میں حق کی طلب و جستجو ہو رہی ہے۔ ہفتار روزہ آسمان سے خواجہ صاحب بصیرت افروز کئے جیسا کرتے ہیں وراسے بے تکلفی کے ساتھ کہ اہل دینی و نظر و طبع سوا ملتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ خواجہ صاحب کی تعلیم اس لوگوں کے لئے قابل اعتماد رہنا ہے جس میں اس اہل و پرست و رست حق بعد اہل کی تلاش ہے

خواجہ صاحب نے یہ بات بڑی ہی خیر و قریب ہے کہ صوفی اور فلسفی دونوں کو اپنی صلاح ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے تصوف و فلسفہ ایک ہی مسلک کے دو نام ہیں، لیکن فلسفی عقل کے رے حقیقت کا ادراک کرنا چاہتا ہے اور صوفی دھواں کے ذریعے۔ اس لحاظ سے فلسفہ اور تصوف دو جداگانہ مسلک ہیں۔ دونوں کی منزل مقصود اگرچہ ایک ہی ہے مگر پیر مختلف ہیں۔

خواجہ صاحب کے اس موقف کی تائید اور قرار دینے کی جگہ فلسفی اس مینا اور مشہور صوفی بو سعید کی ملاقات کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

بوعلی مینا فلسفی تھے، ابو سعید اہل حال صوفی۔ ایک مرتبہ دونوں کی ملاقات ہوئی، جس کا ذکر اسرارِ حید میں یہاں کیا ہے۔

بوعلی مینا ابو سعید دونوں کو ایک مرتبہ چل بیٹھے کا اتفاق ہوا تیس دن کی مجلس صحبت کے بعد وہ علی مینا دہاں سے زحمت ہوئے۔ بوعلی مینا کے شاگردوں سے ب سے پوچھا ”آپ نے شیخ سعید کو کیسا پایا؟“ آپ نے کہا ”جو کچھ میں جانتا ہوں وہ ابو سعید و یکتا ہے اور ابو سعید کے مریدوں سے جب اس سے دریافت کیا۔ ”آپ سے بوعلی مینا کو کیسا پایا؟“ آپ سے جواب میں کہا ”جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ جانتا ہے۔“

(مرزا مقبول بیگ بہشتانی و نامہ بران، لاہور)

صوفی کی راہوں لوگوں کی راہ ہے جو اس پر چل کر منزل مقصود پہنچ گئے، اس لئے قرآن مجید میں ان کو یہ ”صراطِ مستقیم“ ہے، یعنی ان لوگوں کی حسین راہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم و

اکرام کیا اور انہیں حقیقی کامیابی نصیب ہوئی۔

اس عہد میں طریقت کو عموماً ذکر و اذکار کا ایک ایسا فطری مسلک سمجھا جاتا ہے۔ جس میں عمل کو چند اہمیت نہیں دی جاتی۔ عمل سے مراد اجتماعی زندگی میں بھرپور حصہ لینا ہے۔ خواجہ صاحب کے نزدیک طریقت و شریعت میں کوئی فرق نہیں، بلکہ یہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ نام کا فرق محض اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ سالک شریعت پر قائم رہ کر ”دل دوست“ کی طلب و جستجو میں اپنی توجہ مرکوز کر دیتا ہے تاکہ اس کا قلب حسین و منور بن جائے اور وہ اس حسن و نور کے ذریعے اپنے ”دوست“ کے حسن کا مشاہدہ کر سکے۔ خواجہ صاحب طریقت کو ”وید دوست“ نیز کیہ نفس اور تعمیر ملت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ طریقت کو اصحاب صفہ کا مسلک خیال کرتے ہیں جو یک وقت طالبان علم و حکمت، دائم الصائم، قائم الحیل اور مجاہد بھی تھے۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی اس کی محبت میں مبتلا نہ تھے بلکہ انہیں محبت حق تو اپنے ”لہ“ سے، اپنے ہادی و مرشد فیض العظم و الشرف سے، اپنے مسلمان بھائیوں سے اور تمام بندگان خدا سے۔ یا دالہی اور خلاوت قرآن مجید ان کا وظیفہ حیات تھا۔ ملت کو جب انہی کی طرف سے خطرہ و بخش ہوتا تو وہ شہادت کی آرزو میں میدان و قاتلین کفن بردوش جاتے تھے۔

خواجہ صاحب کے فلسفہ طریقت کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا قلب حسین و منور ہو جائے تو اس سے محبت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور یہ محبت ہی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کا دوست اور انسانیت کا محسن بناتی ہے۔ نیز محبت ہی ملت بیضا کے احیاء کا بہترین ذریعہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل حسن و محبت ہی اس دنیا میں حسین انقلاب لاتے رہے اور تعمیر ملت و انسانیت کرتے رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اہل حسن و محبت بننے کے جو طریقے بتائے ہیں، وہ مکمل، سادہ، نیز شریعت اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہیں۔

ڈاکٹر نصیر احمد صر (ایم اے ڈی لٹ)

سیکرٹری، آرہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

پنجاب یونیورسٹی

28 شعبان 1394ھ، 14 دسمبر 1975ء

خوبصاحب سے میری ملاقات ایک عجیب انداز میں ہوئی، ہم ریل کے ”سٹینڈنگ پول“ میں ٹہرا ہے تھے کہ ایک سرخ و سفید گول مچول سے فوجوان تیرے ہوئے میری طرف آئے اور مجھ سے انگریزی میں کہا ”کیا آپ ایسے فرد سے ملنا چاہیں گے جو خدا کو بہت قریب سے جانتا ہے اور جس کے پاس روح کی غذا کا ایک ایسا فریش سٹاک ہے جو اس سے پہلے نہ کسی نے دیکھا، نہ چکھا نہ اپنے وجود کو اس سے تقویت عطا کی۔“ میں نے کہا ”مجھے ان کا پتہ دیجئے۔“ کہنے لگے ”میں ساتھ لے چلوں گا۔“ میں نے کہا آپ تو نہا کے، کپڑے بدل کے، چائے پی کے چلیں گے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔“

ٹالاب سے نکل کر میں سید صاما ڈل ناؤن پہنچا اور خوبصاحب عبدالکیم انصاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ وہاں کچھ لوگ ان کے گرد گھیرا ڈالے پرانی وضوح کی کرسیوں، دو موٹر مچول اور ایک چارپائی پر بیٹھے تھے۔ میں بھی سلام کر کے بیٹھ گیا۔ خوبصاحب نے چونک کر پوچھا ”کون؟“ میں نے انہیں اپنا نام بتایا اور انہوں نے ریڈیو کے مشاہیر کی باتیں شروع کر دیں۔ میرے پاس ذوالفقار بخاری سے لے کر ہندو خان سارنگی نواز اور جوش، جگر، سیماب، نظام کے بے شمار قصے بیان کئے۔ میرا خوف دور ہو گیا اور میں ہنسنے میں دو تین بار ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگا اور پھر یہ سلسلہ ان کی وفات تک اسی طرح سے چلتا رہا۔

دو روز بعد کے صوفیوں میں خوبصاحب کا مقام اس اعتبار سے بہت بلند ہے کہ انہوں نے تصوف کے ڈچپان کو عملی صورت میں پیش کر کے ان آرزو مندوں کیلئے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں جو باطن کے سفر کے راہرو بننے کے خواہشمند ہیں۔ ان کے تصوف کے گورنر کا سلیپس بہت سادہ، مختصر، قابل عمل اور آسان ہے۔ اسے آج کے مصروف دور میں بہت کے ساتھ اختیار کیا جا سکتا ہے اور اس کے عمل کا فوری رنگ نظر کے سامنے دیکھا جاسکتا ہے۔ اس میں محنت کی اس قدر

ضرورت نہیں پھر جب ذاتِ محبت سے ان کا گہرا ربط ہوا تو وہ لکھم و ضبط و تادیب و ترتیب اور خود
انسانی پراور بھی زور دینے لگے۔ وہ تصوف کے میدان میں صرف عمل کے قائل ہیں کہ ان کے
خیال میں راستے کی باتیں کرتے رہتے سے راستہ طے نہیں ہوتا۔

نہ پوچھا ان شرقی پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یہ بیٹھا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اشفاق احمد

”فاستان سرائے“

121۔ سی ماڈل ٹاؤن لاہور

بانی سلسلہ عالیہ توحید یہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا حاصل اور سلوک کے ادوار ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا عمل و وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت سلسلہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

تعمیر ملت

سلسلہ عالیہ توحید یہ

کتاب ہدایا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے انہیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک و تصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سال دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف حلقہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحید یہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

چراغ راہ

سلسلہ عالیہ توحید یہ

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحید یہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل انصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراق و ازکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

طریق توحید

سلسلہ عالیہ توحید یہ

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:-
حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقا اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

وحدت الوجود

سلسلہ عالیہ توحید یہ

Reg: SR - 01

Website: www.toheedia.net